اگست ۲۰۱۷ء / ذوالقعدۃ ۱۴۳۸ھ

عید کے دن دعائے انابت

علی الخصوص عید کے دن جب رب کے حضور کھڑے ہو تو اپنے گناہوں کو یاد کرو۔ تم میں ایک روح بھی ایسی نہ ہو جو تڑپتی نہ ہو اور ایک آنکھ بھی ایسی نہ ہو جس سے آنسوؤں کے چشمے نہ بہہ رہے ہوں۔ یاد رکھو کہ دل کی آہوں اور آنکھوں کے آنسوؤں بڑھ کر اس کی درگاہ میں کوئی شفیع نہیں ہو سکتا۔ پس جس طرح بھی ہو سکے اپنے اللہ کو راضی کر لو اور اسے منالو۔ کیونکہ تم نے اپنی بدعملیوں سے اسے غصہ دلایا اور اس کے پاک حکموں کی پرواہ نہ کی اور تم یوں پکارو کہ اے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کے رب! اور اے رسول اُمی ﷺ کے پروردگار! ہم نے تیرے عہد کی پرواہ نہ کی اور اپنی بداعمالیوں سے تیری مقدس زمین کو ملوث اور گھناؤنا کر دیا، لیکن اب ہم اپنی سزاؤں کو پہنچ چکے ہیں اور ہم نے بڑے سے بڑا دکھ اٹھالیا۔ ہم مثل یتیم لڑکوں کے ہو گئے ہیں، جن کے والدین کو ان سے جدا کر دیا گیا ہو کیونکہ ہمارا اللہ ہم سے راضی نہ رہا اور ہم غمگینی اور رسوائی کے لیے چھوڑ دیے گئے، پر اے حیّ و قیوّم! اب ہم پر رحم کر، ہمارے گناہوں کو معاف کر، اور ہم سے منہ نہ موڑ، گو ہماری خطائیں بے شمار ہیں، لیکن ہم سب تیرے ہی نام لیوا کہلاتے ہیں اور تیری راہ میں دکھ اٹھانے کے لیے تیار ہیں۔ عاگر بہر من، از بہر خود عزیزم دار کہ بندۂ خوبی او خوبی خداوند است (اگر میرے لیے نہیں تو اپنی ہی خاطر مجھے عزیز رکھ، کیونکہ کسی انسان کی کوئی خوبی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت و عنایت ہے۔)

(مولانا ابوالکلام آزاد، حقیقت حج، صفحہ ۸۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يد الله على الجماعة

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

ماہنامہ

الجماعة

خصوصی شمارہ

اگست ۲۰۱۷ء / ذوالقعدة ۱۴۳۸ھ

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپئے • سالانہ: 150 روپئے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو۔ ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.

Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com

نگارشات

حلقۂ قرآن

حج کا مقصد

محمد ایوب اثری

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾(آل عمران:۹۷)

ترجمہ: اور اللہ کیلئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو اس گھر کی طرف جانے کی طاقت رکھتے ہوں اور جس نے کفر کیا تو بےشک اللہ ساری دنیا سے بے پرواہ ہے۔

تشریح : استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے کو قرآن نے ''کفر'' سے تعبیر کیا ہے جس سے حج کی فرضیت میں اور اس کی تاکید میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ احادیث وآثار میں بھی ایسے شخص کیلئے سخت وعید آئی ہے۔(تفسیر ابن کثیر)

قارئین کرام : نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی طرح حج وعمرہ بھی ایک اہم عبادت ہے بلکہ ایک اعتبار سے تو یہ دیگر عبادات سے بھی جلیل القدر ہے کیونکہ نماز اور روزہ صرف بدنی عبادات ہیں اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے جبکہ حج وعمرہ مالی اور بدنی ہر قسم کی عبادات کا مجموعہ ہے۔

فرضیت حج : یہ آیت وجوب حج کی دلیل ہے اور متعدد احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے اور تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر مکلف شخص پر حج عمر میں صرف ایک بار فرض ہے حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:''یایها الناس ان الله عزوجل قد فرض علیکم الحج فحجوا''(مسند احمد) اے لوگو تم پر اللہ نے حج فرض قرار دیا ہے لہٰذا حج کرو۔ اور امام نووی وحافظ ابن حجر عسقلانی رحمہا اللہ سے نقل کرتے ہوئے امام شوکانیؒ لکھتے ہیں کہ اس بات پر پوری ملت اسلامیہ کا اجماع ہے کہ پوری زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے (استطاعت کی بنیاد پر)۔(نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار)

معمار کعبہ : حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو اللہ سے گذارش کی کہ اے اللہ خانہ کعبہ کی تعمیر کا تیرا حکم تھا اب میں تعمیر کے کام سے فارغ ہو چکا ہوں تو اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ تم لوگوں کے درمیان حج بیت اللہ کا اعلان کرو اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے گذارش کی اے اللہ یہاں آس پاس میں دور دور تک بھی انسان کی آبادی نہیں ہے یہاں سے سیکڑوں میل دور انسان رہتے ہیں میری آواز وہاں تک کیسے پہونچے گی ،تو ندا آئی کہ''علیک الاذان وعلینا البلاغ'' یعنی اے ابراہیم تمہارا کام اعلان کرنا ہے اور تمام انسانوں تک آواز کا پہونچانا میرا کام ہے تو ابراہیم علیہ السلام صفا پہاڑی سے متصل ایک طویل وعریض پہاڑ

جسے ''جبل ابوقبیس'' کہتے ہیں اس کی چوٹی پر پہونچ کر اللہ وحدہ لاشریک کے حکم کی تعمیل میں زور زور سے اس قسم کے الفاظ سے اعلان فرمایا: ''یایھا الناس ان اللہ کتب علیکم الحج فاجیبوا ربکم'' اے لوگو بے شک اللہ نے تمہارے اوپر حج بیت اللہ کو فرض کردیا ہے لہٰذا تم اپنے رب کی دعوت کو قبول کرو۔

(وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ)(حج:۲۷) لوگوں میں حج کی منادی کردے لوگ تیرے پاس پاپیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے۔ یہ اللہ رب العالمین کی قدرت ہے کہ مکہ کے پہاڑ کی چوٹی سے بلند ہونے والی یہ کمزور آواز دنیا کے کونے کونے تک پہونچ گئی اور دنیا کے کونے کونے سے لوگ کھنچے کھنچے چلے آتے ہیں جس کا مشاہدہ حج اور عمرے میں ہر حاجی اور معتمر کرتا ہے۔

افضل عمل : حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا: ''ای العمل افضل'' سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایمان باللہ ورسولہ'' اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ''قیل ثم ماذا؟'' پھر اس کے بعد کون سا؟ تو ارشاد ہوا: ''الجھاد فی سبیل اللہ'' اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ''قیل ثم ماذا؟'' پھر پوچھا گیا اس کے بعد کون؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''حج مبرور'' حج مقبول (بخاری ومسلم) دوسری روایت میں آپ ﷺ نے حج مبرور کے تعلق سے فرمایا: ''الحج المبرور لیس لہ جزاء الاالجنۃ'' (بخاری ومسلم) حج مبرور کا بلہ صرف جنت ہی ہے۔ حج مبرور اس حج کو کہتے ہیں جس میں کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو۔

کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو فریضۂ حج سے سبکدوش ہونے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ اور سابقہ گناہوں سے کلی طور پر پاک ہوکر لوٹتے ہیں جیسے کوئی نوزائیدہ بچہ جنم لیتے وقت اس دنیا میں گناہوں سے پاک آتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من حج فلم یرفث ولم یفسق رجع (من ذنوبہ) کیوم ولدتہ امہ'' (بخاری ومسلم) جس نے حج کیا اور دوران حج اس سے نہ کوئی شہوانی فعل سرزد ہوا نہ اس نے فسق وفجور (گناہ) کا ارتکاب کیا وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوکر لوٹتا ہے گویا کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینھما والحج المبرور لیس لہ جزاء الا الجنۃ'' (بخاری مسلم) ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک کے تمام گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا ثواب تو جنت ہی ہے۔

حج کے مقاصد

(۱) **توحید** : جس طرح سے ایک حاجی احرام باندھنے کے بعد سے لیکر جمرہ عقبیٰ کو کنکری مارنے تک جو تلبیہ اپنی زبان سے ادا کرتا ہے اور اپنی زبان کو ہر وقت ذکر الٰہی سے تر رکھتا ہے تو ان دعاؤں اور اذکار میں توحید کا کھلم کھلا

اظہار ہے اور شرک کی زبردست تردید ہے تو جس طریقے سے اعمال حج کی ادائیگی کے وقت اللہ کی وحدانیت وربوبیت کا اقرار کرتے ہیں اور قولا وعملا شرک سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں تو یہی کیفیت ہماری حج سے واپسی کے بعد بھی تا زندگی رہنا چاہیے۔

(۲) رسول اکرم ﷺ کی ذات سے محبت :
انسانی اعمال کے قبول ہونے میں متابعت رسول ﷺ ایک بنیادی شرط ہے اور آپ ﷺ کی سنتوں کو ہر عمل میں اسی وقت تلاش کریں گے جب آپ کی ذات اقدس سے کامل محبت ہوگی اور خود آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا: ''خذواعنی مناسککم'' (بخاری) تم مجھ سے طریقہ حج سیکھ لو اور ''حجواکما رأیتمونی أحج'' یعنی ایسے حج کرو جیسے تم نے مجھ کو حج کرتے ہوئے دیکھا ہے اس حدیث کا حجاج سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ عمر میں ایک بار فرض ہونے والی اس عبادت کو سنت رسول کی روشنی میں انجام دینے کی پوری کوشش کریں صحابہ کرامؓ کی رسول ﷺ سے سچی اور حقیقی محبت دیکھئے حضرت عمرؓ کی شخصیت کو ہم دیکھیں ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور کہا کہ اے حجر اسود تو ایک پتھر ہے اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تو نفع نقصان کا مالک نہیں ہے اگر رسول ﷺ تجھ کو بوسہ نہ دیتے تو میں بھی تجھ کو بوسہ کبھی نہیں دیتا۔ پھر کہنے لگے اب ہمیں طواف (عمرہ) کے پہلے تین چکروں میں رمل کی کوئی ضرورت نہیں رمل تو مشرکوں کیلئے تھا اور اب اللہ نے انہیں تباہ کر دیا پھر خود ہی فرمایا رمل وہ عمل ہے جسے نبی کریم ﷺ نے انجام دیا اور نبی کریم ﷺ کی سنت چھوڑنا ہمیں پسند نہیں (بخاری) یہ ہے اتباع سنت رسول ﷺ کی اصل حقیقت وروح۔ کاش ہمارے دلوں میں بھی اتباع سنت کا یہی جذبہ پیدا ہوجائے۔

(۳) آخرت کی تیاری : حج دنیا کا سب سے بڑا اجتماع ہے عرفہ کا میدان، مزدلفہ، منیٰ مقامات مقدسہ میں جدھر بھی نگاہ دوڑائی جائے تا حد نگاہ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا ہے کفن کی مشابہت رکھنے والی یہ دو چادریں میدان محشر کا سماں پیدا کر دیتی ہیں دھول وغبار سے آئے ہوئے انسانوں کو قبر کے مراحل اور روز محشر کی ہولنا کیوں کو تازہ کر دینے کی دعوت دیتے ہیں اسی لئے سلف اور اکابرین میں کئی لوگوں کے بارے میں آتا ہے کہ عرفہ کا دن دیکھ کر رو دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنے حج کے دوران عرفہ میں وقوف کے دوران بہت رویا کرتے تھے لوگوں کو اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے، مجھ کو میدان حشر یاد آتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت ساری چیزیں ہیں مثلاً اتفاق واتحاد اور اخوت و بھائی چارگی کا درس جو ہمیں اپنے مقصد حج میں شامل کر لینا چاہیے۔ اخیر میں اللہ سے دعا ہے کہ تمام حجاج کے اس مقدس سفر کو آسان بنائے اور تمام کے حج کو حج مبرور بنائے۔
(آمین یا رب العالمین)

❖ ❖ ❖

اداریہ

[۲]

عالم اسلام کا ایک ناسور

محمد مقیم فیضی

بات چل رہی تھی حماس اور اخوان کے تناقضات اور تنازلات کی، اس بات کی وضاحت کی گئی تھی کہ جو چیزیں حماس کے حکومت میں آنے سے پہلے شجر ممنوعہ کے درجے میں تھیں اور انہیں اپنانے اور اختیار کرنے والے اسلام اور مسلمانوں کے خائن اور غدار تھے وہ سب حماس کے اقتدار میں آنے کے بعد نہ صرف یہ کہ حلال ہوگئیں بلکہ عین دین وایمان اور تقاضائے امانت ودیانت قرار پائیں۔

جن معاہدوں کا نام سن کر کل تک بدکتے تھے آج انہیں کے متعلق اسماعیل ھنیہ صاحب نے فرمایا:

''ہم ماضی کے ان تمام معاہدوں کا احترام کریں گے جن پر فلسطینی اقتدار نے دستخط کئے تھے، اور اس امید کا اظہار کیا تھا کہ وہ لوگ اسرائیل کے ساتھ ایک متبادل جامع صلح تک پہنچ جائیں گے جس کا سلسلہ دراز ہوگا۔ (العربیۃ نت ۱۵/جون ۲۰۰۷ء)۔ محمود زہار نے کہا کہ: ''حماس ان راکٹ حملوں کو روکنے پر قادر ہے جو غزہ پٹی سے بار بار ہوتے رہتے ہیں'' (نافذۃ مصر نت: ۲۲/۶/۲۰۰۷ء)۔ ان دنوں اسرائیل کو خالد مشعل کی آخری پیشکش یہ تھی کہ صلح کی مدت بتمام وکمال پچاس سال تک رہے.. آخر ھضیبی صاحب کی گزشتہ منطق پھر سے وجود میں آگئی، جسے استاد خالد محمد خالد نے یہ کہہ کر مسترد کردیا تھا کہ: ''خواجہ جارج صاحب آپ اپنی طول سلامتی پر خوش رہیں''۔

اگر حکومت کی بقاوسلامتی کی ضمانت ملتی ہے تو سدا اخوان المسلمین کا یہی حال رہتا ہے! اور جب اقتدار کے باہر ہوتے ہیں تو پھول کر کہتے ہیں: ''نہیں'' ایسے کیسے ہوسکتا ہے... صلح کفر ہے اور عظیم خیانت ہے.. اور دور اقتدار میں فرماتے ہیں: ''جی ہاں، جی ہاں'' خوش آمدید.. یہی اسلام ہے اور یہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے.. اللہ واسطے بتایا جائے کہ یہ لوگ اس قدر تناقضات میں کیوں غرق ہیں؟ یہ لوگ کبھی مصالح ومفاسد کا صحیح حساب نہیں لگا پائے اور ان کی کاوشیں سدا رائیگاں ہوئیں، انھوں نے ہمیشہ عالم اسلام کو سیاسی دھاکوں، اور خیالی مجاہدانہ سرگرمیوں میں مشغول رکھا جن کا کوئی فائدہ اور ثمر نہیں تھا.. اور پھر دیکھئے کہ انھوں نے امن کے بدلے زمین کا مفہوم بھی ترک کردیا جسے عربی ممالک نے پیش کیا تھا اور مملکت سعودی عرب نے اسی کو اختیار تھا، امن کی طرف پیشقدمی کی یہی تجویز تھی۔ مگر حماس اس حد تک گئی کہ اس نے مزاحمت ترک کردی اور نعرہ لگانے لگی کہ امن واستقرار، کھانا پانی اور بجلی کے بدلے صلح کرلو.. کہاں تو فلسطین کے مقاصد ایک حکومت کے مقاصد تھے اور اب وہ سب مقاصد ایک گروہ میں سمٹ کر آگئے جو اپنے لئے کھانا پانی کی خاطر بقا چاہتا ہے۔

۲۰۰۸ء کے اواخر میں پھر تحریک حماس نے اپنا پینترا بدلا اور یہود کے ساتھ صلح میں توسیع کو مسترد کردیا اور سیاسی معادلے کے دائرے سے باہر آگئی، نتیجہ یہ ہوا کہ اسرائیل نے پٹی پر جنگ مسلط کردی جس میں تقریباً سات ہزار فلسطینی مارے گئے یا زخمی ہوئے (اللہ ان مرنے والے مسلمانوں کو شہیدوں کا درجہ بخشے)۔ فاضل راویوں نے بیان کیا کہ تحریک حماس کے فوجی غزہ کے پڑوس میں واقع مقبوضہ اراضی پر اسرائیلی آبادکاروں

کے گھروں کی طرف راکٹ داغتے تھے اور بھاگ لیتے تھے اور جا کر خندقوں میں روپوش ہوجاتے تھے.. جبکہ وہ مقامات جہاں سے راکٹ داغے جاتے تھے سٹیلائٹ کیمروں کی نگاہوں میں ہوتے تھے، پھر جوابی کارروائیوں اور ضربات کے نتیجے میں غزہ پٹی کے تقریباً پچیس ہزار گھر تباہ کردئے گئے..اور بعد از خرابی، بسیار پھر سے تحریک حماس اپنی اخوانی تاریخ کے مطابق مزاحمت کا نعرہ لگاتے لگاتے تشدد اور زیادتی سے بچنے کے لئے داد وفریاد پر آ گئی اور عالمی کرم فرماؤں کو آواز دینے لگی..پھر جیسے ہی دنیا کی کوششوں سے تشدد تھما اور اسرائیل نے گولہ بارود کی زبان اپنے منہ میں واپس ڈال لی جھٹ اس نے جنگ جیت لینے کا دعوی ٹھونک دیا اور لگی اس کا جشن منانے.. حالانکہ اس میں فتحیاب فلسطینی قوم تھی جو نہ چاہنے کے باوجود بالجبر جنگ میں جھونک دی گئی تھی، اور صابر اور طلبگار اجر وثواب تھی۔مگر حماس کے طنطنے کا یہ حال ہوا کہ اپنے دعووں کے علی الرغم اسے ڈیڑھ سال تک کے لئے اسرائیلی دشمن کے ساتھ جھک کر صلح کرنی پڑی۔جیسا کہ اس سے قبل لبنانی نصر پارٹی (حزب اللات) کو جھکنا پڑا تھا جس کے بعد انٹرنیشنل فورس آ گئی تھی، اور آخر میں اسرائیل کو لبنانی سرحدوں میں چالیس کیلومیٹر تک اندر گھس آنے اور قبضہ کر لینے کا فائدہ ملا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ آج اخوانی حماس کو غزہ پٹی میں حکومت کرتے ہوئے دس سال کا عرصہ ہونے کو آیا ہے، جن میں فلسطینیوں کو سنگین ترین حالات سے گزرنا پڑا ہے، انھوں نے یہ مدت ایک حصار میں گزاری ہے، تین تین جنگوں کا عذاب جھیلا ہے، جن کی وجہ سے ان کی زندگی ایک انسانی المیہ بن چکی ہے۔

- داخلی صورت حال یہ ہے کہ غزہ کے نصف باشندے بیکاری اور بے روزگاری کا شکار ہیں۔
- اکثریت انسانی امداد پر گزارہ کررہی ہے۔جبکہ اشیائے ضروریہ کے دام آسمان چھورہے ہیں اور اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ ماضی میں اس کی نظیر نہیں ملتی ہے۔
- مزید برآں بجلی کا بحران بڑھتا ہی جارہا ہے جس کے متعلق عالمی ریڈ کراس نے تنبیہ کی ہے کہ وہ غزہ پٹی کی وسیع تباہی کا سبب بن سکتا ہے۔
- شہر غزہ میں پینے کے پانی کی شدید قلت ہے، اقوام متحدہ کے بیانات سے اشارہ ملا ہے کہ اس پٹی کا ۹۵% فیصد پانی بشری استعمال کے لائق نہیں ہے۔
- اس اثناء میں تحریک فتح اور حماس کے درمیان انقسامات گہرے ہی ہوتے گئے ہیں اور ان دونوں گروہوں کے درمیان اب تک صلح کے کوئی آثار نہیں ہیں۔

خارجی طور پر عالم یہ ہے کہ:

- مصر اور تحریک حماس کے تعلقات میں اکثر ابتری ہی رہی ہے، اسی لئے رفح کی گزرگارہ مسلسل بند رکھی گئی جو فلسطینیوں کی زندگی میں بیحد اہمیت کی حامل ہے۔
- اور اب قطر کے ساتھ خلیجی ممالک کا بحران آ گیا جو اس تحریک کا مضبوط فائنانسر تھا۔ اور اب حماس کے سامنے مختلف خطرات منڈلارہے ہیں۔
- کچھ مہینوں سے اس نے اپنی نئی سیاسی دستاویز پیش کی ہے، اور اس کی کچھ نئی قیادتیں بھی منتخب ہوئی ہیں مگر وہ پٹی پر بنے دباؤ میں کمی لانے میں کامیاب نہیں ہوسکی تھی۔

مگر اب پھر سے کھیل شروع ہوگیا ہے جو اخوان المسلمین اور حماس ایران اور قطر کی شہ پر سالہا سال سے فلسطینیوں کی جانوں کے ساتھ کھیلتے آئے ہیں، اس وقت احتجاج، اقصی اور اسرائیلی مظالم کی گونج پھر سے سنائی دینے لگی ہے، پھر سے حماس کے پٹاخوں کا رخ اسرائیلی بستیوں کی طرف ہوگیا ہے جسے وہ راکٹ کا نام دیتے ہیں جس کے نتیجے میں اسرائیل غزہ پر اندھادھند بمباری کرتا ہے اور بوڑھے بچے اور عورتیں موت کی آغوش میں چلی جاتی ہیں، اور حماس کے سورما اور مجاہدین ٹیلویژن کی اسکرینوں پر دھمکیاں دیتے ہوئے عالمی برادری

سے فلسطینی قوم کے لئے امداد اور اموال کی اپیل کرتے نظر آنے لگتے ہیں، اس کے بعد صحیح سالم اپنے دسترخوانوں پر لوٹ جاتے ہیں، جبکہ عالمی برادری نہتی فلسطینی قوم کی مصیبتوں پر تماشائی بنی ہوئی خبریں سنتی رہتی ہے، جس کے پاس اپنے دفاع کا کوئی وسیلہ نہیں ہوتا ہے۔

ایک صحافی کے بقول جب سے فلسطینی قوم پر (حماس) کا تسلط ہوا ہے اس وقت سے اس قوم پر جو حالات گزرے ہیں وہ اس خیال کو پختہ کر دیتے ہیں کہ اسرائیل کے بعد اس کے سب سے بڑے دشمن ''قطر اور ایران'' ہیں جو ماچس کی تیلی کی طرح اس چیز کا استعمال کرتے ہیں جس کا نام (حماس) ہے۔ اور اس کے پیچھے ان کے خالص سیاسی مقاصد ہوتے ہیں۔

دنیا ان بے گناہوں کو نجات دلانے سے ہاتھ کھینچ چکی ہے، یہاں تک کہ صورتحال اس قدر المناک ہو چکی ہے کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے، یہ حالات اس وقت سے ہوئے ہیں جب سے (حماس) کو فلسطینی قوم کے قضیے اور انجام سے کھیلنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس وقت قطر اور اس کے حلیفوں نے (حماس) کو اسرائیلی علاقوں پر حملے کرنے کے لئے کیوں آگے بڑھا دیا ہے، تاکہ ردعمل کے طور پر اسرائیل غزہ کو اپنی بمباریوں کا نشانا بنائے اور دنیا کو یہ بتائے کہ وہ اپنا دفاع کر رہا ہے؟

اس کا جواب صاف ہے، مقصد یہی ہے کہ دنیا کا رخ اس بائیکاٹ سے موڑ کر جو قطر کے ساتھ جاری ہے ایک جذباتی فضا پیدا کی جائے اور بیان بازیوں سے عالم اسلام کی ہمدردیاں بٹوری جائیں اور یہ ظاہر کیا جائے کہ فلسطینی قوم کے اصل ہمدرد ایران اور قطر ہیں جبکہ فلسطینی قوم اور غزہ کے عوام اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس دہری سازش کا انجام صرف اور صرف انہیں کو بھگتنا ہے، جبکہ حماس کے بڑے بڑے رہنما قطر کی شاہی دعوتوں کے مزے لوٹ رہے ہیں۔

اخوان المسلمین کے بڑے بڑے رہنما جن کی گردن پر لاکھوں مسلمانوں کے خون ہیں قطر نے نہ صرف انہیں پناہ دی بلکہ عالم اسلام میں تخریب کاری کے لئے انہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کیں اور انہیں اپنے نیٹ ورک کے سنٹروں کے لئے اپنے ملک میں جگہ اور مال فراہم کیا۔ یہ شکوہ خلیجی ممالک کو زمانے سے تھا، کئی باران کی طرف سے اس کا اظہار ہوا، قطر نے کئی بار ان کے ساتھ معاہدے کئے، وعدے کئے، انہیں اطمینان دلایا مگر اس نے اپنی روش کبھی نہیں بدلی۔ بالآخر عاجز آ کر خلیجی ممالک اور مصر نے جس نے سب سے زیادہ اخوان المسلمین کی تباہ کاریاں جھلیں اس کا بائیکاٹ کر دیا اور اس سے باوقار مطالبات کئے جن میں سر فہرست یہی بات تھی کہ وہ دہشت گردی کی سرمایہ کاری بند کرے اور دہشت گرد سربراہوں کو اپنے یہاں جگہ نہ دے۔ مگر قطر نے مسلسل ٹال مٹول کا رویہ اپنا رکھا ہے۔ آج بھی اخوان المسلمین، حماس، القاعدہ وغیرہ کے بڑے بڑے قائدین جو مختلف ملکوں کو مطلوب ہیں یہیں پناہ گزیں ہیں، شیخ سرور زین العابدین صاحب نے بھی اپنی آخری عمر یہیں گزاری تھی، جنھوں نے جدید اخوانیت کی بنیاد ڈالی تھی جس میں بظاہر روافض مخالف رجحانات تھے بالخصوص ایران کے متعلق اس کا رویہ سخت نظر آتا تھا مگر یہ لوگ بھی سید قطب کی تکفیری فکر سے متأثر تھے، سماج بیزاری اور مسلم حکمرانوں کے خلاف ورغلانے اکسانے اور ان کے خلاف خروج کے جراثیم پوری طور یہاں بھی موجود تھے، سعودی عرب کے بیشتر تحریکی اور خلیجی تحریکیوں کی بھی ایک خاصی تعداد سرور صاحب سے متاثر تھی۔ انھوں نے نوجوان نسل کی ذہنیت کو بگاڑنے اور ان کے اندر قطبی افکار پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا، سعودی عرب کے حکمرانوں کے خلاف بھی انھوں نے اپنے ''السنۃ'' نامی رسالے کی ذریعہ تحریک چھیڑ رکھی تھی، جبکہ اپنے اپنے ملکوں میں زمین تنگ ہونے پر سعودی عرب نے ہی ان لوگوں کو پناہ دی تھی، اور انہیں باعزت ذریعہ معاش فراہم کیا

تھا، مگر سید قطب اور مولانا مودودی صاحبان نے جن لوگوں کو بگاڑا تھا ان کا مرض لاعلاج تھا اور ان کی بیماریاں متعدی تھیں۔ پھر بھی حکمرانوں کی جن باتوں اور حرکتوں پر اخوانیوں کو اعتراض تھا وہ سب خود ان کے قائدین نے حالت اقتدار میں کیا بلکہ اس سے بدتر کیا، ڈسکو ناچ، فلم بینی، فلم بنانے، گرل فرینڈس کے ساتھ گھومنے کی آزادی، ساحلوں پر عریاں گھومنے، لڑکیوں اور لڑکوں کے ساتھ اختلاط کی ترغیب، موسیقی کے طائفے، سود کی مخصوص مقدار کی اباحت، اسلام کی بجائے پبلک کی حکومت، اور اسلامی احکام کے نفاذ کے لئے عوام سے استصواب، لبیک امریکا لبیک امریکا، امریکی اور یورپین سفارت خانوں میں اخوانی نمائندوں کی میٹنگوں تک کا ہر ذیل کام اسلام کے نام پر انجام دیا گیا، یہاں تک کہ اسلام ایک مذاق بن گیا، خود اخوانیوں کے سب سے بڑے مفکر سید قطب صاحب کا عالم یہ تھا کہ انھوں نے عقیدۂ وحدت الوجود کو فروغ دیا، صحابہ پہ زبان طعن دراز کی، بڑے بڑے اللہ والوں کو سخت تنقیدوں کا نشانا بنایا اور جن کا احترام اسلامی تعلیمات کا ایک جز بن چکا تھا ان کے خلاف نوجوانوں میں بیجا جرأت پیدا کی، بلکہ سید قطب نے نبیوں کو بھی نہیں چھوڑا، حضرت موسی علیہ السلام پر زبان درازی کی، وحدۃ الوجود، حلول اور جبر وتعطیل کے عقیدے کے ساتھ، ازلیت روح کا نظریہ پیش کیا، اور رسول اللہ ﷺ کے معجزات کے انکار کو اپنا شیوہ بنایا، کلمہ لاإلہ إلا اللہ میں متکلمین کی تحریفات کیں، قرآن کریم میں موسیقی کی تانیں تلاش کیں، اور اس کے واقعات کو ڈراموں اور اداکاریوں کے اسلوب پر فٹ بیٹھانے کی کوشش کی، اسلامی معاشروں کی تکفیر کا برملا اعلان کیا، حتی کہ مناروں پر اذانیں دینے والوں کو بھی صاف صاف کافر بتایا، دقیق ترین جزئیات کو وجہ تکفیر قرار دیا۔ اور اپنی کتاب ''السلام العالمی'' میں مغربی مفکرین اور مستشرقین اور اہل حل وعقد کی چاپلوسی میں اورانہیں خوش کرنے کے لئے اسلام کو عجیب پلپلا کر کے پیش کیا ہے۔

معرکۃ الاسلام والرأسمالیۃ میں گمراہیوں کا ایک عظیم سلسلہ ہے، معالم فی الطریق ان کی وہ ڈائنامیٹ کتاب ہے جس نے عالم اسلام کو تکفیر وتباہی کی وہ سوغات دی ہے جس سے ہر طرف دھماکے، تخریب اور آہوں اور کراہوں کا ایک لامتناہی سلسلہ چل پڑا ہے۔ اور آخری خنجر عالم اسلام کے سینے میں لماذا اعدمونی کی شکل میں بھونکا گیا۔ مگر خود جناب کا کیا حال تھا، صورت ببیں حالت مپرس، جمعہ جماعت سے رافضیوں اور باطنیوں کی طرح کب کا چھٹکارا حاصل کر چکے تھے، کیونکہ جب تک اخوانی حکومت قائم نہ ہو تب تک یہ اذانیں نمازیں، تلاوتیں سب کفر کے مظاہر ہیں، ہاں اخوانی حکومت اگر سیکولر یا لبرل، یا اشتراکی اصولوں پر بھی قائم ہو جس کے امام سید قطب ہوں تو پھر ہر کفر عین اسلام بن جاتا ہے، اسلام کے یہ سب سے بڑے نمائندے جن کا درجہ اخوانیوں کے یہاں ائمہ اربعہ، بخاری ومسلم اور جملہ محدثین سے بڑا ہے کلین شیو تھے اور انگریزی لباس میں ملبوس ہو کر اسلام پر بڑے بڑے لیکچر دیا کرتے تھے، اور نوجوانوں کو اس بات کی ٹریننگ دیتے تھے کہ مسلمانوں کی کمپنیوں، کارخانوں، پولیس کے بڑے بڑے اہلکاروں، پولیس اسٹیشنوں، بجلی گھروں اور وزیروں اور حکمرانوں کو دھماکوں سے اڑا دیا جائے، اس کے لئے اسمگل کر کے اسلحے منگائے جاتے تھے، اپنے اوپر حکمرانوں کے مظالم کی آنسوؤں بھری داستانیں سنانے والے ان وحشیوں نے اس وقت ایران کے رافضیوں اور لبنان کی حزب اللات کے ساتھ سازشیں کر کے ایران، عراق، شام، افغانستان اور یمن تک کتنے لاکھ سنیوں کا قتل عام کرایا، کتنی آبروئیں پامال کیں، کتنے بے گناہوں کو در بدر ٹھوکریں کھانے پر مجبور کیا اس کا کوئی حساب ہے؟

بات چل رہی تھی سرور زین العابدین صاحب کی جن کے ماننے والے بلکہ سید قطب کے ماننے والے عام اخوانی کتاب وسنت اور حقیقی اسلام کی ترویج واشاعت کرنے والے علماء کو حیض

ونفاس کے علماء، درباری علماء، سلطان کے علماء، سلطانی خچر کی دم کا خطاب دیا کرتے ہیں مگر بالآخر انھوں نے انہیں سلطانوں اور حکمرانوں کے دامن میں آکر پناہ لی۔ اور اخوانیوں کے علامہ یوسف قرضاوی صاحب کیا کیا حال ہے؟ جناب اصلا مصری ہیں، اس وقت قطری شہری ہیں، اور قطر میں انہیں کا سکہ چلتا ہے، ان کی کوئی بات یہاں رد نہیں کی جاتی ہے۔

● جب امریکا کی طرف سے دہشت گردی کی فہرست میں ان کا نام درج کرنے کی بات آئی تو قطری حکومت نے اس کی زبردست مخالفت کی اور ان کے دفاع میں پوری طرح سینہ سپر ہوگئی۔

● مصر نے ان کا نام دہشت گردی کی فہرست میں درج کرر کھا ہے اور قطر سے اس کا مطالبہ ہے کہ انہیں اس کے حوالے کیا جائے، ان کا نام اس فہرست میں بھی شامل ہے جو چاروں ممالک سعودیہ، مصر، امارات اور بحرین نے پیش کی ہے مگر قطر نے انہیں حوالے کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے۔

● جناب والا کی پوری زندگی تناقضات اور تلون کا اعلی نمونہ رہی ہے، نقیض سے نقیض، اور زندگی کے ہر مرحلے میں ایک نئے رنگ میں سامنے آنے کا سلسلہ جاری ہے، مقاصد کے ساتھ نظریات بھی بدل جاتے ہیں، اپنے سرکاری سرپرستوں کے لئے ان کے فتووں کا سینہ بہت کشادہ رہتا ہے۔

● جناب کی تاریخ یہ ہے کہ مصر میں جمال عبدالناصر کی جیل میں تھے، سزا کاٹ رہے تھے، کیونکہ یہ بھی اس تنظیم اخوان المسلمین کے ممبر تھے جس نے کئی بار عبدالناصر کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی، پھر حالات بدلے اور مصری حکومت کی موافقت اور خود عبدالناصر کے نظام نے انہیں ۱۹۶۱ء میں قطر میں کام کے لئے عاریتا بھیج دیا تھا، پہلے یہ بزرگ مصر کے مغربی صوبے میں اپنے گاؤں صفط تراب کے ایک بڑے محلے کے سرکاری نکاح خواں تھے (جنھیں ہمارے یہاں قاضی کہا جاتا ہے)، اور اپنے اسی پیشے کے درمیان محلے کی شاخ میں اخوان المسلمین کے ممبر بنے پھر جامعہ ازھر کے کلیہ اصول الدین میں داخل ہوئے اور قاہرہ میں جماعت کی اس خفیہ تنظیم میں شامل ہوئے جو حکومت کا تختہ پلٹنے کی منصوبہ بندی کر رہی تھی۔

● زندگی کے اس مرحلے میں قرضاوی صاحب کے متعلق شکوک اور سوالیہ نشان کی تفسیر مصری حکومت کے نظم ونسق کے ایک اعلیٰ ذمہ دار نے یوں کی ہے کہ: جمال عبدالناصر اور اس کے خفیہ محکموں نے، جماعت اخوان المسلمین کو توڑنے، اس کے سربراہوں تک پہنچنے، اور اس کے معروف انتہا پسند مشائخ پر ہاتھ ڈالنے کے لئے جو چالیں چلیں وہ کسی کے لئے متوقع نہیں تھیں۔ اس کو سمجھنے کے لئے ایک ہی مثال کافی ہے:

عبدالرحمان سندھی جو اخوان کی خاص خفیہ آہنی تنظیم کے صدر تھے، اور قتل کی تمام کاروائیاں جن کی نگرانی میں انجام پائی تھیں۔ ان کے متعلق مذکورہ آفیسر نے بتایا کہ عبدالناصر عبدالرحمان علی فراج سندھی کو توڑنے میں کامیاب ہوگیا تھا جو جماعت اخوان کے مرشد حسن بنا کے معتمد خاص تھے اور انھوں نے ہی سندھی کو خفیہ اخوانی تنظیم ''نظام خاص'' کا سربراہ مقرر کیا تھا اور وہ چالیس کی دہائی میں تمام خطرناک کارروائیوں اور بڑے بڑے لوگوں کے قتل کے براہ راست نگراں تھے، عبدالناصر نے نھر سویس کی ''شل کمپنی'' میں ان کا تقرر کر دیا، انہیں بڑا سا بنگلہ اور ایک کار دے دی، (اور اظہار عقیدت وبیعت کیا، یہ ذہن نشین رہے کہ عبدالناصر اپنی حقیقت میں جو کچھ بھی رہا ہو مگر وہ تنظیم اخوان المسلمین کا ممبر رہ چکا تھا اور ان کے حالات سے اچھی طرح آگاہ تھا)۔ اس تکریم اور احسان کا بدلہ سندھی صاحب نے اسے یہ دیا کہ تمام اخوانی قیادتوں کی مع پتہ وجملہ تفاصیل ان کے گھروں کی نشاندھی کے ساتھ کامل فہرست بنا کر اس کے حوالے کر دی، اور جماعتی اراکین کی داروگیر کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ عبدالناصر نے اس وقت جماعت کا کس بل نکال دیا اور شوکت توڑ کر رکھ دی۔

بہر کیف ہم قرضاوی صاحب کی بات کر رہے تھے جو مختصر مدت میں جماعت اخوان المسلمین کی قیادتوں میں سے ایک ہو چکے تھے، اور عبدالناصر حکومت کی موافقت سے قطر آئے تھے، اس وقت حکومتوں کی طرف سے صرف انہیں لوگوں کو دیگر ملکوں میں بھیجا جاتا تھا جو ان کے حمایتی اور اپنے سمجھے جاتے تھے اور وہ ان سے خوش ہوتی تھیں، قطر میں جناب کی ابتدا معاون مدرس کی حیثیت سے ہوئی، پھر انھوں نے مصری پاسپورٹ کی تجدید سے انکار کر دیا، اور دلیل یہ دی کہ وہ عبدالناصر حکومت کے مخالفین میں سے ہیں اور انہیں اندیشہ ہے کہ اگر وہ مصر گئے تو قید کر لئے جائیں گے، پھر قطری حکومت نے انہیں شہریت عطا کر دی۔

۱۹۹۵ء میں قرضاوی صاحب کے لئے خیر کا دروازہ کھلنے کی ابتدا ہوئی اور وہ حاکم فیملی کے مقرب ہو گئے، اور اس کے لئے ایسے فتوے صادر فرمانے لگے جو اس کے اقتدار، مقام اور اثر ونفوذ کی تقویت کا باعث ہوں، بلکہ ایسے فتوے دینے لگے جن سے اخوان المسلمین اور اس سے نکلنے والی تمام تنظیموں کے اراکین قطری حکومت کے ہاتھوں کھلونا بن جائیں۔

اسی سال جون میں قطر کے ولی عہد ''شیخ حمد بن خلیفہ'' نے اپنے والد شیخ خلیفہ کا تختہ پلٹ کر اقتدار پر قبضہ کر لیا، اور وہیں سے قرضاوی صاحب کا وہ کردار شروع ہوا جسے موجودہ امیر نے کبھی فراموش نہیں کیا، انھوں نے صراحت کے ساتھ یہ فتوی دیا کہ حمد صاحب کا اپنے والد کے خلاف انقلاب برپا کرنا شرعی اعتبار سے جائز ہے، ان کے الفاظ یہ تھے کہ امت کی مصلحت اس عمل کو جائز ٹھہراتی ہے جو شیخ حمد نے کیا ہے، اور اس کے لئے وجہ جواز یہ تھا کہ جو کچھ بھی ہوا وہ قطری عوام اور امت کی چاہت کے مطابق ہوا ہے، کیونکہ قطریوں نے ہی حمد سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اپنے باپ کے خلاف انقلاب برپا کریں۔

قرضاوی صاحب کا یہ فتوی سابق امیر شیخ خلیفہ سے انتقام کے جذبے سے صادر ہوا جو انہیں قطر سے نکال دینا چاہتے تھے، یہ ایک معروف قصہ ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

شیخ خلیفہ بن حمد کے زمانے میں مشہور مصری مفکر اور رائٹر رجاء نقاش مجلہ ''الدوحۃ'' کے ایڈیٹر تھے جو اس وقت کے مشہور پرچوں میں سے تھا، اسی طرح مذکورہ مصری صحافی ''الرایۃ'' نامی روزنامہ کے بھی ایڈیٹر تھے جو یومیہ نکلتا تھا جس کی امیر کے یہاں بڑی پذیرائی تھی، اس مصری صحافی نے قطر کو تعلیم اور ترقی کا اہتمام کرنے والے ملک کی صورت میں عالم عرب کے سامنے پیش کیا جس کی وجہ سے وہ امیر کے مقرب اور ان کے خاص مشیروں میں سے ہو گئے تھے۔

اس کی وجہ سے رقابت کی آگ قرضاوی صاحب کے سینے میں جل اٹھی اور انھوں نے رجاء نقاش کے کچھ افکار اور آراء ومقالات کی وجہ سے ان کی تکفیر کا فتوی صادر کر دیا، اس فتوے نے بڑی بھاری اتھل پتھل مچائی اور امیر کو قرضاوی صاحب کے فتوی کی تائید کرنے والے اسلام پسندوں سے ردعمل کا خطرہ محسوس ہوا اور انھوں نے مجلہ ''الدوحۃ'' بند کر دیا، تا کہ جو جھگڑا کھڑا ہوا ہے وہ ختم ہو جائے اور مصری صحافی کو ''الرایۃ'' نامی اخبار کا ایڈیٹر بنا دیا گیا، اس وقت ملک کا وہی تنہا اخبار تھا، ادھر انھوں نے قرضاوی صاحب کی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی، اور قریب تھا کہ ان کی شہریت بھی ختم کر دی جائے، مگر کچھ مقربین نے معاملے کو اپنی وساطت سے رفع دفع کرا دیا۔

اس واقعے کے بعد قرضاوی صاحب نے شیخ خلیفہ کو اپنے دشمنوں کی فہرست میں شامل کر لیا، اسی لئے جب شیخ حمد نے اپنے والد کے خلاف انقلاب برپا کیا تو مصری شیخ نے اس کے جواز و شرعیت کا فتوی دیا جس سے شیخ حمد کے انقلاب کو شرعیت اور قانونی جواز فراہم ہو گیا۔

- پھر جب ''الجزیرۃ'' چینل شروع ہوا تو اس نے امیر کی مدد سے اور ان کی ہدایات کے مطابق قرضاوی صاحب کے لئے ایک پروگرام خاص کر دیا۔ جنھوں نے ان کے نفوذ کو قطر میں

مستحکم کرنے کی کوشش کی، اور ان کی اصل جماعت جماعت اخوان المسلمین کو زبردست مالی اور معنوی تعاون سے نوازا گیا، اور اس کے قائدین اور انصار کے وفود جوق درجوق قطر کا رخ کرنے لگے، ان میں کچھ لوگ تو کام کی غرض سے اور کچھ مالی تعاون کی غرض سے آیا کرتے تھے ان سب کو قرضاوی صاحب کی حمایت وتائید حاصل تھی۔

● قطر نے اپنے تمام تصرفات اور مواقف پر دینی رنگ چڑھانے اور انہیں شرعیت عطا کرنے کے لئے قرضاوی صاحب کا خوب استعمال کیا اور، اور ان کے متناقض فتووں نے جن کی فضیحتیں ذرائع ابلاغ اور باہمی رابطوں کے وسائل یوٹیوب وغیرہ کے ذریعہ آشکارا ہوتی رہیں قطر کا پورا تعاون کیا۔

● جب قطر کے تعلقات سیریا اور حزب اللہ کے ساتھ اچھے تھے تو قرضاوی صاحب کے فتوے بشار اسد اور حزب اللہ کی تعریفوں کے پل باندھا کرتے تھے اور ان کے متعلق یہ بتایا کرتے تھے کہ یہی لوگ عربوں کے خلاف رچی جانے والی مغربی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے امت کی قیادت کررہے ہیں۔

● قرضاوی صاحب نے عراق کی جنگ میں قطر کے مواقف کو وجہ جواز فراہم کرنے کے لئے فتوی صادر کیا، جس میں انھوں نے امریکا کے مسلمانوں کو امریکی فوج کے ساتھ مل کر عراق اور افغانستان میں جنگ کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا۔

● قرضاوی نے فتویٰ دیا کہ جنوبی سوڈان کے الگ ہونے کے حق میں ووٹ دینا سوڈانی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے، کیونکہ قطر کا سرکاری موقف یہی تھا۔

● قرضاوی صاحب نے تیونس کے سابق صدر زین العابدین بن علی کے متعلق پوری محبت اور احترام کے ساتھ گفتگو کی اور انہیں ثقافت کا سرپرست بتایا، مگر تیونس میں انقلاب برپا ہوتے ہی اپنا پینترا بدل لیا اور فرمایا کہ وہ توغبی (کند ذہن) تھا، کیونکہ اب قطر کا موقف یہی تھا۔

● اپنے متناقض رویوں کے ضمن میں قرضاوی صاحب نے سابق مصری صدر حسنی مبارک کی حکومت کے خلاف انقلاب برپا کرنے کے لئے نوجوانوں کے خروج کو ضروری ہوجانے کا فتوی دیا کیونکہ قطر کا موقف یہی تھا جس کا اعلان ''الجزیرہ'' چینل نے وضاحت کے ساتھ کیا تھا۔

● اور جب حکومت اخوان کے ہاتھ آگئی تو قرضاوی صاحب نے حاکم کے خلاف عدم خروج کا فتوی دیا اور محمد مرسی کے خلاف نکلنے والوں پر خوارج کا حکم لگایا، اس لئے کہ قطری حکومت کا ہدف یہی تھا کہ مصر پر اخوانی حکومت قائم رہے جس کے ذریعہ اس نے مصر کے معاملات میں دخل اندازی کی کوشش کی تھی۔

● قرضاوی صاحب کا ایک تبصرہ تو بالکل کامیڈی والا ہے جو ان کے اور جماعت اخوان المسلمین کے انداز فکر کی اور دوسروں کے متعلق ان کے سوچنے کے طریقے کی نشاندہی کرتا ہے: انھوں نے ''الجزیرہ'' کی اسکرین پر اپنے ایک خطاب میں فرمایا: ''انھوں نے دیکھا کہ جب مرسی خطاب کررہے تھے تو اس وقت کے وزیر دفاع لفٹنٹ جنرل عبدالفتاح سیسی، اور وزیر خارجہ وداخلہ مرسی کے الفاظ کے ساتھ اس طرح کے پرجوش نعرے لگا رہے تھے نہ تکبیر وتہلیل کہہ رہے جیسے اخوان کے عناصر کررہے تھے، اسی لئے -جیسا کہ انھوں نے کہا- انہیں ان کے متعلق شک تھا اور انھوں نے یہ مان لیا تھا کہ یہ لوگ مرسی کے ساتھ نہیں ہیں۔

● قطری حکومت کے سرکاری رخ سے ہم آہنگ ہوکر قرضاوی صاحب کا فتوی صادر ہوا کہ لیبیا کے سربراہ معمر قذافی کو قتل کردیا جائے، جو قطر کے اس موقف کی تعبیر تھا جس کا اعلان بنغازی کے انقلابیوں کی نیشنل کونسل کے صحافتی ترجمان مصطفی غریانی نے کیا تھا'' انھوں نے اعلان کیا تھا کہ قذافی سے جنگ کے لئے قطر اسلحہ سے ان کی مدد کے لئے تیار ہے۔

● ''مونڈیال'' ''۲۰۲۲'' کی میزبانی قطر نے قبول کی تھی

مگر اس سبب سے اس کی مخالفت ہو رہی تھی کہ مونڈیال کی تنظیم نے قطر میں نشہ آور مشروبات بیچنے کی اجازت مانگی تھی، نیز اس کے اخراجات بہت بھاری تھے جن کی ادائیگی قطری سرمائے سے ہوئی، مگر ان سب مخالفین کی تردید کرتے ہوئے قرضاوی صاحب نے فتوی دیا کہ ورلڈ کپ کے استقبال کے لئے بھاری سرمایہ خرچ کرنا اس لئے جائز ہے کہ اس سے قطر کا نام شہرت کے آسمان پر پہنچ جائے گا۔

● محبت اور لین دین کا یہ سلسلہ دو طرفہ ہے، قرضاوی صاحب کے فتووں کا صلہ انہیں یہ ملا کہ آج قطری امیر ان کے ماتھے کو بوسہ دیتے ہیں اور حکومت کے تمام وسائل قرضاوی صاحب کی تشہیر اور ان کے اثر ونفوذ کو مستحکم کرنے کے لئے ہر طرح سے مسخر ہیں۔ انھوں نے خود فرمایا تھا کہ اگر امیر قطر حمد بن خلیفہ نہ ہوتے تو میں دہشت گردوں کی فہرست میں ہوتا، امریکیوں نے اس فہرست میں میرا نام شامل کرنے کے لئے حد درجہ اصرار کیا تھا مگر ان کے اصرار کے مقابلے میں جناب امیر پوری قوت، شجاعت، پامردی اور اصرار کے ساتھ کھڑے ہوگئے، اور میں دہشت گردی کے الزام سے دور ہوگیا، مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ریاست قطر کے ذریعہ مجھے عزت عطا فرمائی جس نے میرے لئے راہ کشادہ کردی، اور اظہار رائے کی آزادی میں میرے لئے کوئی رکاوٹ نہیں رہ گئی، میں جو چاہتا ہوں اپنے مساجد کے دروس اور خطبوں میں، ریڈیو اور ٹیلیویژن کے پروگراموں میں، اخباروں میں، اور الجزیرہ چینل پر کہتا ہوں.. قطر نے میرے سامنے کوئی سرخ لکیریں نہیں رکھی ہیں مزید فرمایا: الحمدللہ! میرے رب نے مجھے بچالیا، ورنہ اگر میں مصر میں ہوتا تو ممکن ہے کہ اپنے ساتھیوں کی طرح رہین زنداں ہوتا۔ یہاں قرضاوی صاحب کے حالات کی تفصیل، ان کے متضاد فتووں اور نظریات پر بحث کرنے کی گنجائش نہیں ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ قرضاوی صاحب اور دیگر اخوانی رہنماؤں نے عالم اسلام کو بہت بڑا چرکہ دیا ہے سعودیہ، امارات، بحرین اور مصر نے تقریباً ۵۹ لوگوں کی فہرست پیش کی ہے جو دہشت گردی اور تخریب کاری کے حوالے سے انہیں مطلوب ہیں اور قطر ان کی مالی امداد کرتا ہے مگر قطر ٹس سے مس نہیں ہوا ہے، اس نے ابھی تک سینہ زوری کا رویہ اپنا رکھا ہے۔ جو لوگ ہر حال میں آنکھ بند کر کے سعودی عرب کی مخالفت پر کمربستہ رہتے ہیں، اور اس کی ہر نیکی کو بھی عیب بنانے اور ہر ہنر میں کیڑے نکالنے سے باز نہیں آتے کیا ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ اس بات کے واضح ہوجانے کے باوجود کہ جس داعش اور القاعدہ اور النصرہ کو امریکا اور یورپ نے واضح طور پر دہشت گردی کی فہرست میں ڈال رکھا ہے قطر ان کی کھل کر مدد کرتا ہے اور ان کی سرگرمیوں کے لئے سرمایہ فراہم کرتا ہے، مگر پھر بھی امریکا، یورپ، روس، ایران، ترکی سب کے سب اس کے بائیکاٹ پر بے چین ہوگئے ہیں اور ان کے ذمہ داروں کی نیند اڑ گئی ہے، آخر انہیں قطر سے اتنی ہمدردی کیوں ہے؟ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ امریکا کا فوجی بیس قطر میں ہے، ترکی فوجیوں کے لئے چھاؤنی اس نے فراہم کی ہے، بحرین پر قبضے کے لئے ایران کی صاف صاف مدد کرتا ہے، جس ایران نے حوثیوں کے ذریعہ یمن میں تباہی مچائی ہوئی ہے اور وہاں بھی قطر خفیہ طور پر حوثیوں کا ساتھ دے رہا ہے، اسی طرح ایران نے دوسروں کے ساتھ ملکر عراق اور شام کے سنیوں کو پوری طرح تباہ کردیا ہے۔ کیا یہ چیزیں عالم اسلام کے سنی دانشمندوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟! دراصل یہ سب سلسلہ عالم اسلام کو سائکس، پیکوٹ اور برنارڈ لوئس وغیرہ کے منصوبوں کے مطابق مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر کے ان کو اپنی غلامی کے ماتحت رکھنے کا ہے اور ان میں سعودی عرب جیسے کچھ ممالک اور کچھ لوگ ہی رکاوٹ ہیں۔! هل من مدكر ؟

❖ ❖ ❖

ایمانیات

[۵]

قرآن وسنت کے نصوص میں نور وظلمات

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

(۱۵) ارشاد باری ہے:

{وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ○ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ○ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ○ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ} (سورۃ فاطر:۱۹ تا ۲۲)۔

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔ اور نہ تاریکی اور روشنی۔ اور نہ چھاؤں اور نہ دھوپ۔ اور زندے اور مردے برابر نہیں ہوسکتے' اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سنا دیتا ہے' اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔

یہ مثالیں اللہ تعالیٰ نے مومن وایمان اور کافر وکفر کے لئے بیان فرمائی ہیں، جس طرح یہ مذکورہ (حسی طور پر) مختلف ومتضاد چیزیں برابر نہیں ہوسکتیں اسی طرح تمہیں جاننا چاہئے کہ معنوی طور پر مختلف ومتضاد چیزیں بدرجۂ اولیٰ برابر نہیں ہوسکتیں، چنانچہ کافر ومومن، جاہل وعالم اور گمراہ وہدایت یاب برابر نہیں ہوسکتے اور نہ جنتی وجہنمی برابر ہوسکتے ہیں نہ ہی مردہ دل وزندہ دل برابر ہوسکتے ہیں، کیونکہ ان چیزوں کے درمیان ایسا تفاوت اور فرق ہے جسے اللہ عزوجل ہی جانتا ہے، چنانچہ جب مراتب ودرجات معلوم ہوگئے اور چیزوں کی تمیز وشناخت ہوگئی اور کس چیز کے حصول میں تنافس مناسب ہے اور کس میں نہیں واضح ہو گیا، تو (اب) عقلمند کو چاہئے کہ اپنی ذات کے لئے اس چیز کا انتخاب کرے جو ترجیح کے لائق ہو (دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۰/۴۵۷، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۴/۳۲۷، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۳/۵۳۰، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۶۳۴)۔

یہ تفسیر سلف صالحین سے بھی آئی ہے، چنانچہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمان باری {وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ} کی تفسیر میں فرمایا: ''یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اطاعت شعاروں اور گناہ گاروں کے لئے بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اندھا، تاریکیاں اور دھوپ برابر نہیں ہوسکتے اور نہ ہی مردے برابر ہوسکتے ہیں، یہ گنہ گاروں کی مثال ہے، اور بینا، روشنی، سایہ، اور زندے بھی برابر نہیں ہوسکتے، یہ اطاعت گزاروں کی مثال ہے'' (جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۰/۴۵۸)۔

اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''۔۔۔(آیت کریمہ میں) بعض مخلوق کو بعض پر فضیلت وبرتری دی گئی ہے، رہا مومن تو وہ زندہ اثر، زندہ نگاہ، زندہ نیت اور زندہ عمل بندہ ہے اور رہا کافر تو وہ مردہ نگاہ، مردہ دل اور مردہ عمل بندہ ہے'' (مرجع سابق، ۲۰/۴۵۸)۔

لہٰذا اس سے واضح ہوا کہ اللہ کے دین سے اندھا اور جس نے اللہ کے دین کو دیکھا، اسے جانا اور اس پر عمل کیا دونوں برابر نہیں ہو سکتے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ} (سورۃ الانعام: ۱۲۲)۔

کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا، اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوشنما معلوم ہوا کرتے ہیں۔

نیز اللہ نے تاریکی والوں کے سلسلہ میں فرمایا:

{وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَنْ يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ ۗ وَمَنْ يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ} (سورۃ الانعام: ۳۹)۔

اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو طرح طرح کی ظلمتوں میں بہرے گونگے ہو رہے ہیں، اللہ جس کو چاہے بے راہ کر دے اور وہ جس کو چاہے سیدھی راہ پر لگا دے۔

چنانچہ وہ حق کی سماعت سے بہرے ہیں، حق بولنے سے گونگے ہیں لہٰذا وہ باطل ہی بول سکتے ہیں (اور) جہالت، کفر، شرک، ظلم، سرکشی، اعراض اور گناہوں کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، اور یہ اللہ نے انہیں گمراہ کر رکھا ہے، کیونکہ وہی (اللہ عزوجل) اپنے فضل و احسان، حکمت اور عدل کے تقاضہ کے مطابق تنہا ہدایت و گمراہی کا مالک ومختار ہے (دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۱۱/ ۳۵۰، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۲۱۸)۔

(۱۶) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِنْ رَبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ} (سورۃ الزمر: ۲۲)۔

کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہے اور ہلاکت ہے ان پر جن کے دل یاد الٰہی سے سخت ہو گئے ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا جس کے دل اور سینہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت، اپنی وحدانیت کے اقرار، اپنی ربوبیت کے یقین، اپنی اطاعت کے لئے سر تسلیم خم کر دینے کے لئے کھول دیا ہے اور وہ اللہ کی جانب سے ایک نور اور اپنے دل میں حق کے منور ہونے کے سبب وہ (جس ایمان وعقیدہ اور عمل) پر بھی ہے علم اور بصیرت پر گامزن ہے، چنانچہ وہ اس کے حکم کا پیرو اور جس چیز سے اللہ نے اسے منع فرمایا ہے اس سے باز آنے والا ہے، اور اس کا سینہ اسلام کے لئے کھلا ہوا ہے لہٰذا وہ اللہ کے کلام کے حصول اور اس پر عمل آوری کے لئے بڑے ہی شرح صدر اور ٹھنڈی آنکھوں سے کشادہ اور وا ہے (ایسا شخص کیا) اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے دل کو اللہ نے سخت کر دیا ہو، چنانچہ اسے اپنے ذکر سے خالی کر دیا ہو اور حق کی سماعت، ہدایت کی پیروی اور درستیٔ عمل سے تنگ کر دیا ہو، چنانچہ نہ وہ اللہ کی کتاب کے لئے نرم ہو،

نہ اللہ کی آیات سے نصیحت حاصل کرے اور نہ ہی اللہ کی یاد سے مطمئن ہو بلکہ وہ اپنے رب سے اعراض کر کے اس کے علاوہ کی طرف متوجہ ہو، ایسے شخص کے لئے سخت قسم کی تباہی اور برائی ہی برائی ہے (دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۱/۲۷۷، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۵/۲۳۶، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۴/۵۱، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۶۶۸)۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{ فَمَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يَّهۡدِيَهٗ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ‌ ۚ وَمَنۡ يُّرِدۡ اَنۡ يُّضِلَّهٗ يَجۡعَلۡ صَدۡرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ‌ ؕ كَذٰلِكَ يَجۡعَلُ اللّٰهُ الرِّجۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ } (سورۃ الانعام: ۱۲۵)۔

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستے پر ڈالنا چاہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو بے راہ رکھنا چاہے اس کے سینہ کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر ناپاکی مسلط کر دیتا ہے۔

(۱۷) اللہ کا ارشاد ہے:

{ وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا‌ ؕ مَا كُنۡتَ تَدۡرِىۡ مَا الۡكِتٰبُ وَلَا الۡاِيۡمَانُ وَلٰكِنۡ جَعَلۡنٰهُ نُوۡرًا نَّهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا‌ ؕ وَاِنَّكَ لَتَهۡدِىۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِىۡ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ‌ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيۡرُ الۡاُمُوۡرُ } (سورۃ الشوریٰ: ۵۲، ۵۳)۔

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے، آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنایا، اس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں، ہدایت دیتے ہیں، بیشک آپ راہ راست کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ اس اللہ کی راہ کی جس کی ملکیت میں آسمانوں اور زمین کی ہر چیز ہے، آگاہ رہو سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ گزشتہ انبیاء کرام کی طرف وحی نازل کرتا تھا اسی طرح اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس قرآن کی وحی فرمائی ہے اور اسے روح کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ روح سے جسم کو زندگی ملتی ہے اور قرآن کریم سے دلوں اور روحوں نیز دین و دنیا کی مصلحتوں (بھلائیوں) کو زندگی ملتی ہے کیونکہ اس میں بہت زیادہ بھلائی اور بے پایاں علم ہے، اور نزول قرآن سے قبل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتے تھے کہ ان کے لئے قرآن میں مشروع کردہ تفصیلی طور پر ایمان کے شرائع اور احکامات کیا ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نور بنایا جس کے ذریعہ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے رہنمائی کرتا اور ہدایت عطا فرماتا ہے، چنانچہ وہ کفر، شبہات، گمراہی، بدعات، شرک، شہوات اور ہلاکت انگیز نفسانی خواہشات کی تاریکیوں میں اس قرآن کریم سے روشنی حاصل کرتے ہیں اور اسکے ذریعہ حقائق کی معرفت حاصل کرتے ہیں نیز اس سے صراط مستقیم کی راہ پاتے ہیں (دیکھئے: جامع البیان عن تاویل آی القرآن للطبری، ۲۱/۵۵۹ تا ۵۶۱، والجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ۱۶/۵۳ تا ۵۹، وتفسیر البغوی، ۳/۱۳۲، وتفسیر القرآن العظیم لابن کثیر، ۴/۱۲۴، واجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ،

۲/۸۷،۸۸،والضوء المنیر علی التفسیر من کتب ابن القیم،جمع:علی الصالحی، ۵/۳۲۳)

جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ}(سورۃ یونس:۵۷)۔

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لئے شفا ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔

چنانچہ یہ قرآن کریم اللہ کی ناراضگی کو واجب کرنے والے اعمال کے بارے میں نصیحت کرتا ہے جو کہ اللہ کے عذاب کے متقاضی ہیں، اور ان اعمال کے اثرات ومفاسد بیان کرکے ان سے متنبہ کرتا ہے، وہ شریعت کی عدم تابعداری کے سبب سینوں میں موجود شہوت کی بیماریوں نیز علم یقینی میں خلل پیدا کرنے والے شبہات کی بیماریوں کی شفا ہے، کیونکہ اس میں ایسی نصیحتیں، ترغیب وترہیب نیز نیک وعدے اور دھمکیاں ہیں جو بندے کے لئے خیر کی طرف لپکنے اور شر وبرائی سے بچنے اور خائف رہنے کے موجب ہیں(تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۳۲۳)، نیز اللہ کا ارشاد ہے:

{وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا}

(سورۃ الاسراء:۸۲)۔

یہ قرآن جو ہم نازل کررہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے، ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔

چنانچہ قرآن کریم، اس پر ایمان لانے اور اس کی آیتوں کی تصدیق کرنے والوں نیز اس پر عمل کرنے والوں کے لئے شفا اور رحمت پر مشتمل ہے، رہے وہ لوگ جو اس کی تصدیق نہ کرکے یا اس پر عمل نہ کرکے ظلم کرنے والے ہیں تو اس کی آیتوں سے ان کے خسارہ اور گھاٹے میں اضافہ ہی ہوگا، کیونکہ اس کے ذریعہ ان پر حجت قائم ہوگی، چنانچہ قرآن کریم جس شفا پر مشتمل ہے وہ شبہات، جہالت، فاسد خیالات، انحراف اور گھٹیا مقاصد وغیرہ سے دلوں کی شفا کو عام ہے، کیونکہ وہ ایسے یقینی علم پر مشتمل ہے جس سے ہر شبہ اور جہالت دور ہوجاتی ہے، اور ایسے وعظ ونصیحت پر مشتمل ہے جس سے حکم الٰہی کے خلاف ہر چاہت (شہوت) زائل ہوجاتی ہے نیز ہر طرح کے آلام وامراض سے جسموں کی شفا کو بھی عام ہے، چنانچہ جب بندہ اس پر عمل پیرا ہوگا تو رحمت، ابدی سعادت اور دنیوی واخروی اجروثواب سے کامیاب وکامران ہوگا(تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص ۴۱۶)، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ}(سورۃ فصلت:۴۴)۔

آپ کہہ دیجئے! کہ یہ تو ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو (بہراپن اور) بوجھ ہے اور یہ ان پر اندھاپن ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو کسی بہت دور دراز جگہ سے پکارے جارہے ہیں۔

❖ ❖ ❖

اللہ تعالیٰ عرش پر ہے ہر جگہ نہیں

محمد مقیم فیضی

محمد بن شجاع ثلجی حنفی جہمی مریسی (۲۶۶ھ) کا حال یہ تھا کہ جناب حدیثیں گھڑنے والے وضاع وکذاب تھے، امام احمد بن حنبل جیسے بزرگوں کے متعلق ہذیان گوئی کیا کرتے تھے۔جہمیہ کا عقیدہ صاحب نے بشر مریسی سے لیا تھا، اور جہمیہ کی عام تحریفات اور اپنے شیخ مریسی صاحب کی خاص تحریفات کو اپنی کتاب مسمی ''الرد علی المشبهة''میں مدون کر دیا تھا، مشبہہ (اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دینے والے) سے جہمیوں کی مراد اس امت کے سلف یعنی احمد بن حنبل جیسے ائمہ اہل سنت ہوا کرتے ہیں۔

● امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ یہ شخص تشبیہ کے متعلق حدیثیں گھڑ کر اصحاب حدیث کی طرف منسوب کر دیا کرتا تھا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اس طرح انہیں نشانا بنایا جائے اور دل کھول کر ان کے خلاف زبان درازی کی جائے۔

● امام احمد نے فرمایا: ''یہ شخص بدعتی ہے ہوائے نفس کی پیروی کرنے والا ہے۔

● اور حضرت ازدی نے فرمایا کہ ''یہ شخص کذاب ہے، اس قدر بدمذہب اور دین سے منحرف ہے کہ اس سے روایت کرنا بھی حلال نہیں ہے''۔

● حضرت زکریا ساجی فرماتے ہیں: ''کذاب ہے، اس نے رائے کی تائید وحمایت میں حدیثوں کو باطل کرنے کے لئے چالیں چلی ہیں اور حیلہ سازی کی ہے''۔

● موسیٰ بن قاسم اشیب نے فرمایا کہ: ''جھوٹا تھا، خبیث تھا''۔

● ان بزرگ نقادوں نے بالکل سچ فرمایا ہے، اس حنفی مولوی ثلجی جہمی مریسی نے ہی حدیث ''خلق نفس'' وضع کی ہے جو اس طرح ہے ''اللہ نے گھوڑے کو پیدا کیا پھر اسے دوڑایا، پھر جب اسے پسینہ آیا تو اس نے اسی سے اپنے نفس کو پیدا فرمایا'' اس حدیث کے گھڑنے کا مقصد یہ دلیل پیش کرنا تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔

● قواریری اور اسماعیل قاضی وغیرہ نے تو اس کی تکفیر کی ہے۔

● مزی فرماتے ہیں کہ یہ ایک جہمی تھا۔

● علامہ ذہبی فرماتے ہیں: ''یہ شخص کہا کرتا تھا کہ احمد بن حنبل کے پاس زندیقوں کی کتابیں ہیں''۔

● اور فرمایا کہ: ''متعدد واسطوں سے یہ خبر ملی ہے کہ وہ امام احمد بن حنبل اور ان کے اصحاب کی برائی کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ احمد نے آخر کیا کام کیا ہے؟''۔

● کہا کرتا تھا: ''احمد کے اصحاب کو اس بات کی حاجت ہے کہ انہیں ذبح کر دیا جائے''۔

● کہتا تھا: میں ایسے ہی کلام اللہ کہتا ہوں جیسے سماء اللہ اور ارض اللہ کہتا ہوں۔ (یعنی جس طرح آسمان وزمین مخلوق ہیں ایسے ہی اللہ کا کلام بھی مخلوق ہے)۔

● اس نے جو وصیت کی تھی اس میں یہ بھی تھا کہ: ’’میرے ثلث میں سے ان کے سوا کسی کو کچھ نہ دیا جائے جو اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن مخلوق ہے‘‘۔

● علامہ عبدالحی حنفی لکھنوی نے ان کے متعلق ان ائمہ کی جرحوں کو تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: الکامل لابن عدی ۲/ ۲۲۹۲۔ تاریخ بغداد: ۵/ ۳۵۱، الأسماء والصفات للبیھقی: ۲۷۲، کتاب الضعفاء: ۳/ ۷۰ اور المنتظم: ۵/ ۱۵۸ دونوں ابن الجوزی کی ہیں۔ الانساب للسمعانی ۳/ ۱۳۹، تھذیب الکمال ۳/ ۱۲۱۰ نسخہ مطبوعہ مصورہ از مخطوطۂ دار الکتب المصریۃ جو تین بڑی جلدوں میں ہے، المغنی ۲/ ۵۶۱، اور المیزان: ۳/ ۵۷۷-۵۷۹ اور المشتبہ ۸۹ یہ سب ذہبی کی ہیں۔ اور البدایۃ والنھایۃ ۱۱/ ۴۰، الکشف الحثیث: ۳۷۹، تھذیب التھذیب ۹/ ۲۲۰-۲۲۱، اور الفوائد البھیۃ: ۱۷۱)

● یہ ثلجی صاب شیخ ابومنصور ماتریدی صاحب کے معاصر تھے، اور ان کی وفات کے وقت ماتریدی صاحب کی عمر (۸) سال تھی؛ اور ثلجی صاحب نے اپنے استاد مریسی صاحب کی طرح اپنے بعد آنے والے اشاعرہ وغیرہ پر بہت برا اثر ڈالا تھا، کیونکہ انھوں نے احادیث صفات میں تحریف کرنے کے لئے ’’الرد علی المشبھۃ‘‘ نامی ایک کتاب تالیف کی تھی جس سے ابن فورک وغیرہ بڑے متاثر تھے۔

● چنانچہ علامہ معلمی یمانی صاحب فرماتے ہیں: (بیہقی کو ان کے جہمیت زدہ استاد ’’ابن فورک‘‘ کی تشقیقات نے مرعوب کر دیا تھا جنھوں نے ثلجی کی وہی روش اختیار کی تھی جو انھوں نے اپنی اس کتاب میں اپنائی تھی جسے احادیث صفات میں تحریف کرنے اور انہیں اپنے اعتراضات کا نشانا بنانے کے لئے تالیف کیا تھا۔ (التنکیل: ۱/ ۲۴۲-۲۶۰)

● جب ابن فورک جیسے اشاعرہ ان ثلجی صاحب کی تحریفات سے متاثر ہو سکتے ہیں، تو ابومنصور ماتریدی جیسے لوگ تو بدرجہ اولیٰ ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ لوگ تو ثلجی صاحب کے ہم مسلک تھے اور حنفی مسلک میں دونوں کا اتفاق تھا۔

● چونکہ ماتریدیہ اور ان ثلجی صاحب جیسے لوگوں کے درمیان مضبوط وابستگی ہے اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ دور کے ماتریدی احناف کے سرخیل جناب علامہ کوثری صاحب ان ثلجی موصوف کا بڑا احترام کرتے ہیں اور انہیں حد درجہ عزت دیتے ہیں، اسی طرح ان کی کتاب: ’’الرد علی المشبھۃ‘‘ کا بھی ان کے یہاں بڑا مقام ہے، اور ان کی وجہ سے احادیث صفات کے راوی امام حماد بن سلمہ کو اپنی چیرہ دستیوں کا نشانا بناتے ہیں، اسی طرح ان کے لئے امام دارمی عثمان بن سعید پر بھی زبان طعن دراز کرتے ہیں، جنھوں نے ان ثلجی صاحب کے اسرار سے پردہ اٹھایا ہے۔ (دیکھئے: مقالات الکوثری ۲۸۶-۲۸۷، تبدید الظلام: ۹۷، الامتاع: ۶۴۔ الاسماء والصفات پر جناب کی تعلیق ۲۷۳۔ اور تبیین کذب المفتری پر بھی انہیں کی تعلیق: ۳۷۰)

● ان ثلجی صاحب نے اپنی کتاب: ’’الرد علی المشبھۃ‘‘ میں ایک بڑا فاجرانہ وماکرانہ شوشہ چھوڑا ہے اور یہ دعویٰ ٹھونک دیا ہے کہ زندیقوں نے صفات میں بارہ ہزار حدیثیں گھڑیں اور انہیں محدثین میں رواج دے دیا۔ [1]

[1] (دیکھئے: ردالدارمی علی بشر المریسی: ۱۵۰، مقالات الکوثری: ۲۸۶ الامتاع ۶۴۔ اور الاسماء والصفات پر ان کی تعلیقات: ۷۲، ۷۳)

جناب نے یہ کارنامہ سلفی سنی عقیدے اور اس کے ماننے والوں سے نفرت پیدا کرنے کے لئے انجام دیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ

نے ان کے لئے امام دارقطنی جیسے لوگوں کو مہیا فرما دیا جو ان جیسے طالع آزماؤں کی گھات میں کھڑے رہے اور ان کے ان شوشوں کو گزشتہ کل کی طرح رفع دفع کر دیا، اور انہیں چیلنج کیا کہ بارہ ہزار حدیثیں تو ایک طرف رہیں صرف ایک حدیث گھڑ کے بتا کیونکہ امت میں ایسی بہت سی عباقرۂ روزگار اور منتخب زمانہ ہستیاں موجود ہیں جو اس طرح کے کذابوں وضاعوں کو ان کے گھروں کا راستہ دکھا دیتی ہیں اور ان کی گھڑی ہوئی باتوں کا حسب نسب سب کے سامنے رکھ دیتی ہیں، یہاں تک کہ کوثری ابوغدہ صاحب نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ (دیکھئے: ردالدارمي على بشر المريسي: ۱۵۰-۱۵۱، لمحات في تاريخ السنة: ۵۲-۵۳ لأبی غدة الكوثري)

● پھر جب اشاعرہ کے فلسفی علامہ رازی (۶۰۶ھ) کا دور آیا تو انھوں نے ثلجی کے اس مقالے کا دوبارہ احیاء کیا اور اس بات کا دعویٰ کیا کہ احادیث صفات ملحدوں کی وضع کردہ ہیں اور انھوں نے اسے محدثین حتی کہ بخاری ومسلم پر بھی رائج کر دیا تھا، حال یہ ہے کہ ان رازی صاحب سے سنت کی کوئی کتاب حتی کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتابیں بخاری ومسلم کی صحیحین بھی محفوظ نہیں رہیں، انھوں نے سب پر ہاتھ صاف کر دیا اور بخاری ومسلم کی طرف سے یہ معذرت پیش فرمائی ہے کہ وہ دونوں علم غیب نہیں جانتے تھے۔ (دیکھئے: تاسيس التقديس: ۱۷۰-۱۷۱)

● اب بتایئے کہ جب کتب سنن بھی جن میں سرفہرست صحیحین ہیں اگر ایسی حدیثوں پر مشتمل ہیں جنھیں ملحدوں زندیقوں نے گھڑا ہے تو پھر اس دین پر اعتماد کیونکر ہو سکے گا جس کی سب سے صحیح کتابوں کی حالت یہ ہو؟؟؟!!!

● یہیں سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہ متکلمین سنتوں، ان کی کتابوں اور ان کے ماننے والے خدام کی کس طرح تخفیف اور اہانت کیا کرتے ہیں۔

● تب بتایا جائے کہ کیا یہ رازی صاحب اسلام کا دفاع کرنے والے اور اس کے ناصر ہیں یا اس پر جنگ مسلط کرنے والے بزرگ ہیں؟؟؟!!!

● پھر جب احناف کے قاضی یوسف بن ملطی (۸۰۳ھ) کا دور آیا جن پر احناف کی سرداری ختم تھی تو ان حضرت نے وہ وہ کارنامے انجام دئے اور تاریخ کے ریکارڈ شدہ ایسے اباطیل کا ارتکاب فرمایا کہ توبہ ہی بھلی۔ فرماتے ہیں: ''من نظر فی کتاب البخاری تزندق'' جو بخاری کی کتاب دیکھے گا وہ زندیق ہو جائے گا۔ [1]

[1] (دیکھئے جناب کا ترجمہ، ان کی آفتیں اور ان کا ظالمانہ مقالہ إنباء الغمر ۴/۳۴۷-۳۴۸، الضوء اللامع: ۱۰/۳۳۵-۳۳۶ اور شذرات الذهب: ۷/۴۰ میں)

● پھر جب - مجدد ماتریدیت - علامہ کوثری صاحب کا دور آیا تو انھوں نے ثلجی کے اس مقالے کا چوتھی بار احیاء کیا، اور ان کا اور ان کے اس ظالمانہ مقالے کا دفاع کیا، اور امام دارقطنی پر بطور بہتان تراشی وسرکشی زبان طعن دراز کی۔ (دیکھئے: مقالات الكوثری: ۲۸۶-۲۸۷، تبديد الظلام: ۹۷، الامتاع: ۶۴، اور تعليقات الكوثری على الأسماء والصفات: ۲/۳۷۔ اور على تبيين كذب المفترى: ۳۷۰)

● حاصل یہ ہے کہ انہیں دونوں جہمیوں: بشر مریسی، اور ان کے شاگرد ثلجی کے ذریعہ ''جہمیت'' کا عقیدہ اور ان کی تحریفات ''ماتریدیت'' اور ''اشعریت'' میں داخل ہوئی ہیں۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے اوائل اصحاب اہل سنت میں

سے تھے:

اہل تحقیق کے یہاں یہ چیز معروف ہے کہ امام ابو حنیفہ (۱۵۰ھ) ان کے صاحبین: امام ابو یوسف (۱۸۲ھ) اور امام محمد (۱۸۹ھ) اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے لوگ مثلا امام طحاوی (۳۲۱ھ) رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ وغیرہ سلفی عقیدے پر تھے، اور یہ لوگ بھی بقیہ ائمہ سنت کی طرح اس امت کے جملہ سلف میں شمار کئے جاتے ہیں۔ (دیکھئے: مجموع الفتاوی ۵/۲۵۶ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا کلام، جسے علامہ نعمان آلوسی نے تسلیم کرتے ہوئے جلاء العینین ۳۸۱-۳۸۲ میں نقل فرمایا ہے)

● اور بدعتی احناف کے کچھ گروہوں نے جو ان بزرگوں کی طرف خلق قرآن اور انکار علو جیسے منحرف عقائد پر قائم ہونے کی نسبت کی ہے تو یہ ان ائمہ اسلام پر اہل بدعت کی افتراء پردازی ہے مقصد اپنی بدعتوں کی ترویج وتزئین ہے۔ [1]

[1] (جہمیہ، معتزلہ، ماتریدیہ، مرجیہ اور انہیں جیسے دیگر بدعتی طائفوں نے اللہ تعالیٰ کے علو کی نفی، خلق قرآن کے قائل ہونے اور ارجاء جیسے اپنے فاسد عقائد کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ وہ خود ان سے بھی اور ان کی بدعتوں سے بھی بری ہیں۔ دیکھئے: التبصير في الدين: ۱۱۴، الفرق بين الفرق: ۱۹۱، الملل والنحل: ۱۴۱، مجموع الفتاوى: ۵/۲۵۶، ۲۶۱، شرح الطحاوية: ۲۴۴، ۳۲۳، شرح المواقف: ۸/۳۹۷، الرفع والتكميل: ۳۸۷، اور ابوغدہ کوثری صاحب نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے، نیز دیکھئے: تاریخ بغداد: ۱۳/۳۸۴)

● اور جن ائمہ سنت وحدیث نے یہ بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ خلق قرآن کے قائل تھے تو انھوں نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ اس سے ان کی توبہ کرالی گئی تھی [1] مگر بعد میں جیسا کہ محترم امام کے متعلق گمان ہے اس معاملے میں ان کے اندر درست عقیدے پر استقامت پیدا ہوگئی تھی، اور انہیں اس عیب سے ائمہ سنت نے جن میں سرفہرست امام احمد ہیں بری ٹھہرایا ہے۔ (دیکھئے: تاريخ بغداد للخطيب: ۱۳/۳۸۴، شرح الطحاوية لابن ابی العز: ۲۴۴، اور مختصر العلو للالباني: ۱۵۵-۱۵۷)

[1] (دیکھئے: عبداللہ بن احمد کی کتاب السنة: ۱/۱۹۲-۱۹۴، تاریخ بغداد: ۱۳/۳۸۲-۳۹۳، التنکیل: ۱/۴۴۹)

● اور اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ امام صاحب خلق قرآن کے قائل تھے تو بھی لاریب انھوں نے سلفی عقیدے کی طرف رجوع فرمالیا تھا۔ (دیکھئے: تاریخ بغداد: ۱۳/۳۸۳، الانتقاء: ۱۵۰، الإبانة للأشعري: ۶، دیکھئے: امام ابو یوسف کا اپنے شیخ امام ابوحنیفہ کے ساتھ مناظرہ جو مسئلہ خلق قرآن پر ہوا تھا اور بالآخر دونوں اس رائے پر متفق ہوگئے تھے کہ جو یہ کہے کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے۔ الماتريديه الأفغاني: ۳/۱۲۰-۱۲۱ میں)

● امام ابوحنیفہ، ابو یوسف، اور محمد رحمہم اللہ کے بہت سارے اقوال ایسے موجود ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ اعتقاد میں مجموعی اعتبار سے طریقۂ سلف پر ہیں۔

● البتہ امام ابوحنیفہ سے یہ مروی ہے کہ: ”ایمان قلبی تصدیق اور زبانی اقرار کا نام ہے جبکہ عمل حقیقت ایمان سے خارج ہے“ اور یہ ایک طرح کا ارجاء ہے گو خفیف ہی سہی۔

● مگر امام ابوجعفر طحاوی نے دونوں اماموں: ابوحنیفہ (۱۵۰ھ) اور حماد بن زید (۱۷۹ھ) کے درمیان ہونے والی ایک گفتگو کا تذکرہ فرمایا ہے جو ان کے اس عقیدے سے رجوع پر دلالت کرتی ہے۔ (التمهيد لابن عبدالبر: ۹/۲۴۷، شرح الطحاوية لابن أبي العز: ۳۹۵ از امام طحاوی)

(ان شاء اللہ جاری ہے)

❖ ❖ ❖

بحث وتحقیق

کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے طلاق حیض کو ایک طلاق شمار کیا؟

کفایت اللہ سنابلی

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی 385) نے کہا:

نا عثمان بن أحمد الدقاق نا عبد الملك بن محمد أبو قلابة نا بشر بن عمر نا شعبة عن أنس بن سيرين قال سمعت بن عمر يقول :طلقت امرأتي وہی حائض فأتى عمر النبي صلى الله عليه و سلم فسأله فقال مره فليراجعہا فإذا طہرت فليطلقہا إن شاء قال فقال عمر يا رسول الله أفتحتسب بتلك التطليقة قال نعم.

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اوران سے پوچھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں حکم دو کہ اپنی بیوی کو واپس لے لیں پھر جب وہ پاک ہوجائیں تو اس کے بعد اگر چاہیں تو اسے طلاق دے دیں۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ اس طلاق کو شمار کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں !(سنن الدارقطنی: 5 /4واخرجه ايضا البيهقى فى السنن الكبرى ، ط الہند: 326 /7من طريق ابى قلابه به)

یہ روایت ضعیف ہے اسے علامہ معلمی اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

تفصیل ملاحظہ ہو:

☆ **أبو قلابة عبد الملك بن محمد الرقاشي کا تفرد.**

اس حدیث کو مذکورہ الفاظ کے ساتھ بیان کرنے میں ابوقلابہ منفرد ہے کسی بھی طبقے میں اس کی متابعت نہیں کی گئی بلکہ اس کے اوپر کے طبقات میں اس کی شدید مخالف ثابت ہے۔

چنانچہ انس بن سیرین کے علاوہ اسی حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے دس رواۃ نے بیان کی ہے ان دس میں سے کسی نے بھی مرفوع حدیث میں یہ الفاظ بیان نہیں کئے ہیں یہ دس رواۃ یہ ہیں:

(1) نافع مولی ابن عمر (صحیح البخاری 41 /7رقم5251)

(2) سالم بن عبداللہ (صحیح البخاری155 /6رقم4908)

(3) یونس بن جبیر (صحیح البخاری 59 /7رقم5333)

(4) عبداللہ بن دینار (صحیح مسلم1095 /2رقم1471)

(5) طاوس بن کیسان (صحیح مسلم1097 /2رقم1471)

(6) سعید بن جبیر (صحیح ابن حبان 81 /10رقم4264 وإسنادہ صحیح علی شرط مسلم)

(7) محمد بن مسلم أبو الزبیر (مصنف عبدالرزاق309 /6 رقم 10960 وإسنادہ صحیح)

(8) شقیق بن سلمۃ أبو وائل (مصنف ابن بی شیب. سلفیۃ: 3 /5وإسنادہ صحیح)

(9) میمن بن مہران (السنن الکبری للبیہقی، ط الہند:/ 7 326وإسنادہ صحیح)

(10) مغیرۃ بن یونس (شرح معانی ال آثار 53 /3رقم 4464وإسنادہ حسن)

اسی طرح انس بن سیرین سے بھی اس روایت کو پانچ رواۃ نےنقل کیا ہے ان پانچ میں سے صرف شعبہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں باقی چارراویوں نے یہ الفاظ بیان نہیں کئے یہ چاررواۃ درج ذیل ہیں:

۱۔ عبد الملک ابن أبی سلیمان (صحیح مسلم 1097 /2رقم 1471)

۲۔ خالد بن مہران الحذاء (سنن سعید بن منصور 402 /1رقم 1549واسنادہ صحیح)

۳۔ یونس بن عبید العبدی (سنن سعید بن منصور 402 /1رقم 1550واسنادہ صحیح)

۴۔ عاصم بن سلیمان الأحول (مصنف عبدالرزاق309 /6 رقم 10958واسنادہ صحیح)

اسی طرح شعبہ سے بھی اس روایت کو آٹھ رواۃ نےنقل کیا ہےان آٹھ میں سے صرف بشر بن عمر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں باقی سات راویوں نے یہ الفاظ بیان نہیں کئے یہ سات رواۃ درج ذیل ہیں:

۱۔ محمد بن جعفر (صحیح مسلم 1097 /2رقم1471)

۲۔ عبدالرحمن بن مہدی (مسند أحمد ط المیمنیة:/ 2 61رقم 5268واسنادہ صحیح)

۳۔ بہز بن أسد العمی (مسند أحمد ط المیمنیة:61 /2 رقم 5268واسنادہ صحیح)

۴۔ یزید بن ہارون (المنتقی لابن الجارود ص:183 رقم 735واسنادہ صحیح)

۵۔ أبو النضر ہاشم بن القاسم اللیثی (مستخرج أبی عوانة 149 /3رقم 4522واسنادہ صحیح)

۶۔ أبو الولید ہشام بن عبد الملک الباہلی (مستخرج أبی عوانة 149 /3رقم 4522واسنادہ صحیح)

۷۔ الحجاج بن محمد المصیصی (مستخرج أبی عوانة149 /3 رقم 4522واسنادہ صحیح)

اور بشر بن محمد سے صرف أبو قلابۃ عبد الملک بن محمد الرقاشی نے یہ روایت بیان کی ہے اورصرف اسی نے مذکورہ الفاظ بیان کئے ہیں۔

بلکہ ابوعوانہ کی روایت میں اس نے بھی یہ الفاظ بیان نہیں کئے ہیں دیکھئے: مستخرج أبی عوانة(150 /3رقم 4523)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مذکورہ الفاظ بیان کرنے میں أبو قلابۃ عبد الملک بن محمد منفرد ہے اور مضطرب بھی ہے کبھی اس نے یہ الفاظ بیان کئے ہیں اور کبھی نہیں بیان کئے ہیں، اور اس کے حافظہ پر کلام ہے چنانچہ:

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی 385) نے کہا:

صدوق ، کثیر الخطأ فی الأسانید والمتون ، لا

يحتج بما ينفرد به.

یہ صدوق تھے ، لیکن سندوں اور متون میں بکثرت غلطی کرتے تھے اس لئے جس چیز کو بیان کرنے میں یہ منفرد ہوں گے وہ حجت نہیں ہوگی (سؤالات الحاکم للدارقطنی ط الفاروق ص:92)

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی 748) نے کہا:

صدوق يخطىء.

یہ صدوق اور غلطی کرنے والے ہیں (الكاشف للذہبی ت عوامة:669 /1)

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ابوقلابہ الرقاشی بغداد جانے کے بعد مختلط ہوگئے تھے جیسا کہ امام عراقی (المتوفی 806) نے نقل کیا کہ ابن خزیمہ نے کہا:

ثنا أبو قلابة بالبصرة قبل أن يختلط ويخرج إلى بغداد.

ہم سے ابوقلابہ نے بصرہ میں بیان کیا مختلط ہونے اور بغداد روانہ ہونے سے پہلے (ذيل ميزان الاعتدال للعراقی ص:178 نقلا عن صحیح ابن خزیمہ)

امام ابن خزیمہ کے اس قول کی بنیاد پر بعض حضرات کا موقف یہ ہے کہ ابوقلابہ آخر میں مختلط ہوگئے تھے اور بغداد میں ان سے جن لوگوں نے سنا ہے وہ اختلاط کے بعد سنا ہے لہٰذا ان سے بغدادی حضرات کی روایات ضعیف ہے۔

عرض ہے کہ زیر بحث روایت میں ابوقلابہ سے نقل کرنے والے عثمان بن أحمد الدقاق ہیں اور ان کے بارے میں ابن خزیمہ کے مذکورہ قول کے ناقل امام عراقی نے ہی صراحت کر رکھی ہے کہ انہوں نے ابوقلابہ سے بغداد میں سنا ہے چنانچہ کہا:

وممن سمع منه ببغداد ---أبو عمرو عثمان بن أحمد السماك.

اور جنہوں نے ابوقلابہ سے بغداد میں سنا ہے ان میں أبوعمرو عثمان بن أحمد السماک ہیں۔(التقييد والإيضاح للعراقی ص:462)

امام سخاوی رحمہ اللہ (المتوفی 902) نے کہا:

وممن سمع منه أخيرا ببغداد أبو عمرو عثمان بن أحمد السماك وأبو بكر محمد بن عبد الله الشافعي وغيرهما، فعلى قول ابن خزيمة سماعهم منه بعد الاختلاط.

جنہوں نے ابوقلابہ سے آخر میں بغداد میں سنا ہے ان میں أبو عمرو عثمان بن أحمد السماک اور أبوبکر محمد بن عبداللہ الشافعی وغیرہما ہیں اور ابن خزیمہ کے قول کی بنیاد پر ابوقلابہ سے ان کا سماع اختلاط کے بعد ہے (فتح المغيث بشرح ألفية الحديث373 /4)

جو حضرات ابوقلابہ کو مختلط مانتے ہیں ان کے نزدیک اس حدیث کے ضعیف ہونے کے لئے بس یہی بات کافی ہے کہ ابوقلابہ نے اسے اختلاط کے بعد بیان کیا ہے۔

لیکن ہماری نظر میں راجح بات یہ ہے کہ ابوقلابہ کا اختلاط عام اصطلاحی معنی میں نہیں ہے بلکہ تغیر حفظ کے معنی میں ہے اس لئے یہ اختلاط یعنی تغیر حفظ کے بعد بھی ثقہ یا کم ازکم صدوق کے درجہ پر ہیں ۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے تقریب میں لکھا ہے:

صدوق يخطىء تغير حفظه لما سكن بغداد.

یہ صدوق اور غلطی کرنے والے ہیں ، بغداد سکونت اختیار کرنے کے بعد ان کا حفظ متغیر ہوگیا تھا (تقریب التہذیب لابن حجر :رقم 4210)

ملاحظہ فرمائیں ابن حجر رحمہ اللہ نے اختلاط کا حکم نہیں لگا یا بلکہ صرف تغیر حفظ کی بات کی ہے یہی بات ہمارے نزدیک راجح ہے جیسا کہ ہم نے دیگر مقام پر مزید تفصیل سے یہ بات واضح کررکھی ہے۔

لہٰذا ابوقلابہ سے اہل بغداد کی روایات بھی صحیح یا کم از کم حسن ہوں گی البتہ اگر کسی روایت میں ان کا تفرد ثابت ہوجائے اور ایک جماعت کے خلاف ان کا بیان ملے تو ایسے مقامات پر ان کی روایت قابل قبول نہیں ہوگی۔

اور زیر بحث روایت میں یہی صورت حال ہے لہٰذا ابوقلابہ کی یہ روایت ضعیف ہے۔

نیز چونکہ امام درقطنی وغیر نے ان کے حافظہ پر مطلق جرح کی ہے اس لئے اگر غیر بغداد میں بھی ان کی ایسی روایت ملے گی جن میں یہ منفرد ہوں گے اور اوثق و اکثر کے خلاف روایت کریں گے تو ان کی ایسی روایات بھی حجت نہیں ہوگی۔

☆ علامہ معلمی رحمہ اللہ زیر بحث روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وأما أبو قلابة فثقة، ولكن قال الدارقطنى نفسه : صدوق كثير الخطأ فى الأسانيد والمتون، كان يحدث من حفظه، فكثرت الأوہام فى روايته. وقال الحاكم عن الدارقطني: لا يحتج بما ينفرد به.

ابوقلابہ ثقہ ہیں لیکن خود (زیر بحث حدیث کے راوی) امام دارقطنی نے ہی کہا ہے کہ یہ صدوق تھے، لیکن سندوں اور متون میں بکثرت غلطی کرتے تھے یہ اپنے حافظے سے بیان کرتے تھے اس لئے ان کی روایات میں غلطیاں بہت ہیں۔ اور امام حاکم نے دارقطنی سے نقل کیا کہ جس روایت کو بیان کرنے میں یہ منفرد ہوں گے وہ حجت نہیں ہوگی (آثار الشيخ العلامة عبد الرحمن بن يحيى المعلمى اليمانى687 /17)

☆ علامہ البانی رحمہ اللہ اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وإسنادہا ضعيف: لأنہا من رواية عبد الملك بن محمد الرقاشى حدثنا بشر بن عمر أخبرنا شعبة عن أنس بن سيرين.والرقاشى قال الحافظ فى "التقريب "صدوق يخطىء تغير حفظه لما سكن بغداد "فقوله فى "الفتح 9/308) ")" : ورجاله إلى شعبة ثقات "لا يخفى ما فيه.

اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ اسے عبدالملک بن محمد الرقاشی نے حدثنا بشر بن عمر أخبرنا شعبۃ عن أنس بن سیرین کی سند سے بیان کیا ہے اور رقاشی کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا: یہ صدوق اور غلطی کرنے والے ہیں ، بغداد سکونت اختیار کرنے کے بعد ان کا حفظ متغیر ہوگیا تھا ، لہٰذا فتح الباری (9/308) میں حافظ ابن حجر کا یہ کہنا (شعبہ تک اس کے رجال ثقہ ہیں) اس کا غلط ہونا واضح ہے۔(إرواء الغليل للالبانى:7/ 128)۔

❖ ❖ ❖

احکام و مسائل

عشرۂ ذی الحجہ اور قربانی سے متعلق چند اہم مسائل

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت:

ذی الحجہ کی ابتدائی دس دن بڑے فضیلت والے ہیں، دیگر ایام کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کو ان دس دنوں میں نیک اعمال سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

''عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "مَا العَمَلُ فِي أَيَّامٍ أَفْضَلَ مِنْهَا فِي هَذِهِ!" قَالُوا: وَلاَ الجِهَادُ؟ قَالَ:"وَلاَ الجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ''(صحیح البخاری:969)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:''ان دس دنوں سے زیادہ کسی بھی دن میں نیک عمل افضل نہیں! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اللہ کے رسول! اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! جہاد بھی نہیں، سوائے اس آدمی کے جو اپنی جان ومال کی بازی لگا کر جہاد کے لئے جائے اور کچھ بھی لے کر واپس نہ آئے۔

ان ایام کی اس قدر فضیلت کا سبب ان میں بیشتر عبادات اور قربت الٰہی کے کاموں کا اکٹھا ہونا ہے، جیسا کہ علماء کرام نے اس کی وضاحت فرمائی ہے، چنانچہ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَالَّذِي يَظْهَرُ أَنَّ السَّبَبَ فِي امْتِيَازِ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ لِمَكَانِ اجْتِمَاعِ أُمَّهَاتِ الْعِبَادَةِ فِيهِ وَهِيَ الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَالْحَجُّ وَلَا يَتَأَتَّى ذَلِكَ فِي غَيْرِهِ''(فتح الباری لابن حجر(2/460)۔

عشرۂ ذی الحجہ کی اس امتیازی شان کا سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نماز، روزہ، صدقہ، اور حج جیسی بنیادی عبادتیں اکٹھا ہو جاتی ہیں، جبکہ ان کے علاوہ دیگر ایام میں یہ چیز نہیں ہوتی۔

اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اسے دنیا کے افضل ترین دن قرار دیا ہے، ارشاد گرامی ہے:

''أفضلُ أيامِ الدُّنيا أيامُ العَشْرِ''[دیکھئے: صحیح الجامع حدیث(1133)]۔

دنیا کے سب سے افضل دن ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔

ہلال ذی الحجہ دیکھنے کے بعد ناخن اور بال کا حکم:

ذی الحجہ کا ہلال دیکھ لینے کے بعد قربانی کا ارادہ رکھنے والا ناخن، بال وغیرہ نہ کاٹے۔

''عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ، وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ''(صحیح مسلم :1977)۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو، اور تم میں سے کوئی قربانی کا

ارادہ رکھتا ہو تو اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔

اور ایک روایت میں ہے: ''فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ، وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتَّى يُضَحِّيَ''۔

اپنا کوئی بھی بال اور ناخن نہ کاٹے یہاں تک کہ قربانی کر لے۔

واضح رہے کہ یہ پابندی اس کے لئے ہے جس کا قربانی کا ارادہ ہو، اس کے لئے نہیں جس کی طرف سے قربانی کی جائے۔

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فأما الذي يضحى عنه فلا حرج عليه، وعلى هذا فإذا أراد الإنسان أن يضحي عنه وعن أهل بيته بأضحية واحدة كما هي السنة، فإن أهل البيت لا يلزمهم أن يمسكوا عن الشعر، وعن الظفر، وعن البشرة''(مجموع فتاوی ورسائل العثیمین (21/38))۔

(چونکہ نبی کریم ﷺ نے قربانی کا ارادہ رکھنے والے کو مخاطب کیا ہے اس لئے) جس کی طرف سے قربانی کی جارہی ہو اس کے لئے بال ناخن وغیرہ کاٹنے میں کوئی حرج نہیں، اور اسی بنیاد پر اگر انسان اپنی اور اپنے اہل خانہ کی جانب سے ایک ہی قربانی کرنا چاہتا ہو جیسا کہ یہی سنت بھی ہے، تو اہل خانہ پر بال و ناخن کاٹنے کی پابندی نہیں ہوگی۔

ہاں البتہ اگر کسی کے پاس قربانی کی استطاعت نہ ہو اور وہ نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ اپنا بال کاٹے، ناخن تراشے، مونچھیں کاٹے اور زیر ناف کے بال صاف کرے تو اس کو قربانی کا اجر ملے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:"أُمِرْتُ بِيَوْمِ الْأَضْحَى عِيدًا جَعَلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ". قَالَ الرَّجُلُ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا أُضْحِيَّةً أُنْثَى أَفَأُضَحِّي بِهَا؟ قَالَ:"لَا، وَلَكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَأَظْفَارِكَ وَتَقُصُّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ، فَتِلْكَ تَمَامُ أُضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ'' (سنن أبي داود (3/93)، حدیث (2789)، وسنن النسائي، (7/212) حدیث (4365)۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے عبداللہ بن عمرو کے شاگرد عیسیٰ بن ہلال صدفی کے مجہول ہونے کے سبب ضعیف قرار دیا ہے، جبکہ مسند احمد کے محققین فرماتے ہیں: ''إسناده حسن''(اس کی سند حسن ہے)، دیکھئے: مسند أحمد طبع الرسالة (11/139)، حدیث (6575)۔ اسی طرح سنن نسائی کے معروف شارح علامہ آدم ابن الشیخ الاثیوبی نے اپنی شرح میں عیسی کی تجہیل سے عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے بوجوہ اسے حسن قرار دیا ہے۔(دیکھئے: ذخيرة العقبى في شرح المجتبى(33/285)۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے قربانی کے دن کو عید بنانے کا حکم دیا گیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا فرمایا ہے۔ ایک شخص نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے اگر میرے پاس صرف ایک مادہ (عطیہ کا) جانور ہو تو میں اس کی قربانی کرسکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم اپنے بال اور ناخن کاٹ لو، اور مونچھیں کتر لو اور زیر کے بال صاف کرلو، یہ سارے کام اللہ عزوجل کے ہاں تمہاری پوری قربانی ہوں گے۔

یوم عرفہ کا روزہ:

عشر ذی الحجہ کی نویں تاریخ جسے یوم عرفہ کہا جاتا ہے اس کی

بڑی فضیلت وارد ہے، غیر حجاج کے لئے اس تاریخ کے روزہ کی بھی بڑی فضیلت ہے۔

''قَالَ(أَبو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ): وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ:" يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ''۔(صحیح مسلم:1162)۔

ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ اگلے اور پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے''۔

البتہ حجاج کرام کے لئے یہ روزہ مستحب نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ عرفہ میں روزہ کی حالت میں نہ تھے، جیسا کہ ام الفضل بنت الحارث کی روایت میں ثابت ہے۔(دیکھئے: صحیح مسلم: 1123)۔

آفاقی عرفہ کا روزہ کب رکھیں؟

عام طور پر عرفہ کے روزہ کے سلسلہ میں اس امر میں اختلاف رونما ہوتا ہے کہ آفاقی عرفہ کا روزہ اپنے ملکوں کے مطلع اور رویت کے مطابق نویں ذی الحجہ کو رکھیں یا پھر جس دن حجاج کرام مشعر عرفات میں وقوف کرتے ہیں؟

یہ مسئلہ بنیادی طور پر مطالع کے اختلاف واتحاد کے معروف مسئلہ پر موقوف ہے' جس سے نماز، روزہ، حج اور طلوع وغروب آفتاب اوراس کے علاوہ دیگر بکثرت مسائل متعلق ہیں۔اور علماء محققین کے یہاں مطالع کا اختلاف معتبر ہے۔لہٰذا اس سلسلہ میں راجح موقف یہ ہے کہ تمام لوگ اپنے ملک کی رویت کے مطابق نویں تاریخ کو روزہ رکھیں گے۔

علامہ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

سئل فضيلة الشيخ - رحمه الله تعالى -: إذا اختلف يوم عرفة نتيجة لاختلاف المناطق المختلفة في مطالع الهلال فهل نصوم تبع رؤية البلد التي نحن فيها أم نصوم تبع رؤية الحرمين؟

فأجاب فضيلته بقوله: هذا يبنى على اختلاف أهل العلم: هل الهلال واحدفي الدنيا كلها أم هو يختلف باختلاف المطالع؟ والصواب أنه يختلف باختلاف المطالع، فمثلاً إذا كان الهلال قد رؤي بمكة، وكان هذا اليوم هو اليوم التاسع، ورؤي في بلد آخر قبل مكة بيوم وكان يوم عرفة عندهم اليوم العاشر فإنه لا يجوز لهم أن يصوموا هذا اليوم لأنه يوم عيد، وكذلك لو قدر أنه تأخرت الرؤية عن مكة وكان اليوم التاسع في مكة هو الثامن عندهم، فإنهم يصومون يوم التاسع عندهم الموافق ليوم العاشر في مكة، هذا هو القول الراجح، لأن النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: »إذا رأيتموه فصوموا وإذا رأيتموه فأفطروا« وهؤلاء الذين لم يُر في جهتهم لم يكونوا يرونه، وكما أن الناس بالإجماع يعتبرون طلوع الفجر وغروب الشمس في كل منطقة بحسبها، فكذلك التوقيت الشهري يكون كالتوقيت اليومي. (مجموع فتاوی ورسائل العثیمین(20/47)۔

سوال: مختلف ممالک میں مطالعِ ہلال کے اختلاف کے

سبب اگر عرفہ کا دن مختلف ہوتو کیا ہم اپنے ملک کی رویت کے اعتبار سے عرفہ کا روزہ رکھیں یا حرمین کی رویت کے اعتبار سے؟

جواب: یہ مسئلہ اہل علم کے اس اختلاف پر مبنی ہے کہ آیا ہلال پوری دنیا میں ایک ہی ہے یا پھر مطالع کے اختلاف کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے؟ صحیح بات یہ ہے کہ ہلال ایک نہیں بلکہ مطالع کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتا ہے، بنا بریں اگر مکہ میں ہلال نظر آئے اور وہاں نویں تاریخ ہو، اور دوسرے ملک میں مکہ سے ایک دن پہلے نظر آئے تو ان کے یہاں یوم عرفہ دسویں تاریخ کو ہوگا، اور ایسی صورت میں ان کے لئے روزہ رکھنا جائز نہ ہوگا کیونکہ وہ عید کا دن ہے، اسی طرح اگر مان لیا جائے کہ کہیں مکہ سے ایک دن تاخیر سے رویت ہوئی ہوتو مکہ میں نویں تاریخ اُن کے یہاں آٹھویں تاریخ ہوگی، ایسی صورت میں وہ اپنے یہاں کی نویں تاریخ کو روزہ رکھیں گے جو مکہ میں دسویں تاریخ ہوگی، یہی قول راجح ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا''(۱)۔

جب تم ہلال دیکھوتو روزہ رکھو اور جب ہلال دیکھوتو روزہ چھوڑو۔

اور یہ لوگ جن کی طرف ہلال نظر نہیں آیا وہ ہلال دیکھ والے نہیں کہلائیں گے۔ نیز جس طرح لوگ اجماعی طور پر صبح صادق اور غروب آفتاب کا اعتبار اپنے اپنے ملک کے مطابق کرتے ہیں' اسی طرح ماہانہ اوقات کی تعیین بھی یومیہ اوقات کی تعیین جیسی ہوگی۔

قربانی:

قربانی خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اپنے لخت جگر اسمٰعیل علیہ السلام کی عظیم قربانی کی یادگار ہے، جسے اللہ عزوجل نے اپنے خلیل کی محبوب ادا کے طور پر شریعت اسلامیہ کا ایک عظیم الشان شعار قرار دیا ہے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظیم الشان عبادت اور قربت الٰہی کا ذریعہ ہے، قربانی حکم الٰہی پر تسلیم و رضا اور فدائیت کی نہایت اعلیٰ مثال ہے۔

قربانی کا حکم:

اہل علم کے صحیح قول کے مطابق قربانی سنت مؤکدہ ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''إِذَا دَخَلَتِ الْعَشْرُ، وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعَرِهِ وَبَشَرِهِ شَيْئًا'' جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہوجائے تو جسے قربانی کرنے کا ارادہ ہو اسے چاہئے کہ اپنے بال اور جسم سے کچھ نہ کاٹے۔(مسلم:1977)

حدیث رسول میں'' قربانی کرنے کا ارادہ ہو'' کی تعبیر سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے۔ (المغنی ۱۳/۳۶۱ والمجموع ۸/۳۵۶)

اور ابوسریحہ حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''لَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَمَا يُضَحِّيَانِ عَنْ أَهْلِهِمَا خَشْيَةَ أَنْ يُسْتَنَّ بِهِمَا''(سنن کبری بیہقی (۱۹۵۰۸)، دیکھئے: ارواء الغلیل ۴/۳۵۵/۱۱۳۹، صحیح)۔

میں نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ کبھی کبھار اس خوف سے قربانی نہیں کرتے تھے کہ کہیں لوگ انہیں دیکھ کر اسے واجب نہ سمجھنے لگیں۔

اور ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''إِنِّي لأَدَعُ

الأَضْحَى وَإِنِّي لَمُوسِرٌ مَخَافَةَ أَنْ يَرَى جِيرَانِي أَنَّهُ حَتْمٌ عَلَيَّ'' کہ میں (کبھی کبھار) استطاعت کے باوجود قربانی نہیں کرتا ہوں اس خوف سے کہ کہیں میرے پڑوسی اسے فرض نہ سمجھ لیں (سنن کبری بیہقی (۱۹۵۱۱) ،دیکھئے : ارواء الغلیل ۴/۳۵۵/۱۱۳۹،صحیح)۔

قربانی کے ایام:

قربانی کا وقت نماز عید الاضحیٰ کے بعد سے شروع ہوکر ایام تشریق کے آخری دن (۱۳/ ذی الحجہ) تک جاری رہتا ہے، اس طرح ذبح کی کل مدت چار دن ہے، البتہ پہلا دن ہی افضل ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ، فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا'' (بخاری:۹۵۱)۔ آج کے دن ہم سب سے پہلا کام نماز عید الاضحیٰ پڑھیں گے پھر واپس ہوکر قربانی کریں گے، لہٰذا جس نے ایسا کیا اُس نے ہماری سنت پالیا۔

نیز ارشاد ہے: ''۔۔۔وكل أيام التشريق ذبح'' تمام ایام تشریق (ایام منیٰ ۱۱، ۱۲، ۱۳) ذبح کے دن ہیں۔ (الصحيحة (۲۴۷۶)،وصحيح الجامع(۴۵۳۷)، والتعليقات الحسان على صحيح ابن حبان(۳۸۴۳)۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ : ''أيام النحر يوم الأضحى وثلاثة أيام بعده'' (زاد المعاد ۲/۲۸۹)۔ قربانی کے ایام چار ہیں: عید کا دن اور اس کے بعد تین دن۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے مسئلہ میں علماء کے چار اقوال ذکر کئے ہیں، لیکن دلائل کی روشنی میں اس قول کو راجح قرار دیا ہے، اور فرماتے ہیں: یہی حسن بصری، عطاء بن ابی رباح، اوزاعی اور امام شافعی رحمہم اللہ کی رائے ہے (دیکھئے: زاد المعاد ۲/۱۸۹، هدي النبي ﷺ في الأضاحي، نیز دیکھئے: التحقيق والإيضاح لكثير من مسائل الحج والعمرة والزيارة على ضوء الكتاب والسنة لابن باز(ص:64)، والمنهج لمريد العمرة والحج(ص: 16)، والشرح الممتع، 7/ 499)لابن عثيمين۔

قربانی کا طریقہ:

قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے، گائے، بیل، بھینس اور بکرا ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ چھری تیز کرکے جانور کو اس کے بائیں پہلو پر لٹا دیا جائے، اور ذبح کرنے والا اپنا پیر جانور کی گردن پر رکھے اور پھر ''بسم الله الله أكبر، اللهم هذا منك ولك ، اللهم هذا عني يا (اللهم تقبل مني) کہہ کر ذبح کرے، اور اگر قربانی کسی اور کی طرف سے ہو تو ''مني يا عني'' کے بجائے ''عن يا من'' کہہ کر اس کا نام لے۔ (دیکھئے متعلقہ حدیثیں: مسلم ۱۹۶۷، صحیح ابو داؤد ۲/۵۴۰/ ۲۴۳۶، ارواء الغلیل ۴/۳۶۶/۱۱۵۲)۔

قربانی کا جانور:

قربانی کے مشروع جانور اونٹ، گائے اور بکری (تمام جنسوں اور نسلوں سمیت) ہیں ارشاد باری ہے:

{لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ} [الحج: ۳۴]۔ تاکہ اللہ نے جو انہیں چوپائے عطا فرمائے ہیں ان پر اللہ کا نام لیں۔

''بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ'' سے مراد اونٹ، گائے اور بکری ہے۔ (دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ۱/۳۱۲، والمغنی ۱۳/۳۶۸)۔

بکرا، مینڈھا، دنبہ ایک شخص اور اونٹ، گائے، بیل، بھینس سات اشخاص کی طرف سے کافی ہوں گے۔ بکری بکرا کا ایک سالہ، گائے، بیل، بھینس کا دوسالہ اور اونٹ اونٹنی کا پانچ سالہ ہونا ضروری ہے۔ علماء اہل حدیث رحمہم اللہ نے قربانی کے جانوروں میں دانتا ہونے کی شرط لگائی ہے، کیونکہ دانتا ہونے کی صورت میں مطلوبہ عمر کی تکمیل میں کوئی شبہہ باقی نہیں رہ جاتا۔ اسی طرح قربانی کے جانور کا صحیح سالم، عیوب سے پاک، صاف ستھرا، فربہ اور خوبصورت ہونا چاہئے، چنانچہ اندھا، کانا، لولا، لنگڑا، مریض، عضو کٹا یا ٹوٹا، بہت زیادہ دبلا پتلا اور لاغر و کمزور جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔

مردے کی طرف سے قربانی:

اس سلسلہ میں علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قربانی درحقیقت زندوں کے حق میں مشروع ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے قربانیاں کیا کرتے تھے، اور جہاں تک بعض جاہل عوام کا خیال ہے کہ قربانی صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے تو اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اور مردوں کی طرف سے قربانی کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ یہ کہ زندوں کے ساتھ مردوں کی طرف سے بھی کی جائے، مثلاً آدمی اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرے اور اس کے ذریعہ زندوں اور مردوں سب کی نیت کرے، اس قسم کی دلیل نبی کریم ﷺ کی وہ قربانی ہے جو آپ اپنی اور اپنے اہل خانہ کی طرف سے کرتے تھے، جبکہ آپ کے اہل خانہ میں سے بہت سے لوگ پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔

۲۔ یہ کہ مردوں کی طرف سے اس لئے کی جائے کہ وہ اس کی وصیت کر گئے ہوں، تو وصیت کا نفاذ جائز ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے......جس میں مرنے والا اپنے اہل کو کسی خیر کی وصیت کر گیا ہو اور وہ اسے نافذ نہ کریں تو ان کے گناہ گار ہونے کا ذکر ہے...... :{فَمَنۢ بَدَّلَهُۥ بَعۡدَ مَا سَمِعَهُۥ فَإِنَّمَآ إِثۡمُهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُۥٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ} [البقرۃ:۱۸۱] تو جس شخص نے اسے (وصیت) سننے کے بعد بدل دیا اس کا گناہ بدلنے والے ہی پر ہوگا واقعی اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے۔

۳۔ یہ کہ زندوں کو چھوڑ کر صرف مردوں کی طرف سے انہیں ثواب پہنچانے کے لئے قربانی کی جائے، تو یہ بھی جائز ہے، فقہائے حنابلہ نے صدقہ پر قیاس کرتے ہوئے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اس قربانی کا ثواب مردے کو پہنچے گا، اور میت اس سے فائدہ اٹھائے گا، جیسے کہ صدقہ کا پہنچتا ہے، لیکن ہمارے کہنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ انفرادی طور پر صرف میت کی طرف سے قربانی کرنا سنت رسول ﷺ ہے، اس لئے کہ آپ نے اپنے فوت شدہ اقارب میں سے کسی کی طرف سے خاص قربانی نہ کی، نہ اپنے چچا (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کی طرف سے، نہ اپنی زندگی میں فوت شدہ اولاد تین شادی شدہ بیٹیوں اور تین چھوٹے بیٹوں کی طرف سے، اور نہ ہی اپنی عزیز ترین رفیقۂ حیات مائی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے۔ اور نہ ہی عہد نبوت میں کسی صحابی ہی سے منقول ہے کہ ان میں سے کسی نے اپنے فوت شدہ اقارب میں کسی کی طرف سے خاص قربانی کی ہو۔(أحكام الأضحية والذكاة لابن عثيمين ـ باختصار)

نبی کریم ﷺ کی جانب سے قربانی کا حکم:

بعض لوگ بسا اوقات بڑی عقیدت سے ایک جانور کی قربانی نبی کریم ﷺ کی جانب سے کرتے ہیں، جبکہ ایسا کرنا جائز نہیں، کیونکہ عبادات میں اصل ممانعت ہے' تا آنکہ اس کی کوئی مستند دلیل ہو۔

جہاں تک رہا مسئلہ سنن میں علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا جسے لوگ اس عمل کی دلیل بناتے ہیں' کہ وہ ''حکم رسول'' یا ''وصیت رسول'' ﷺ کے مطابق دو مینڈھے لاتے تھے اور ایک رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اور دوسرا اپنی طرف سے قربان کرتے تھے' تو وہ بوجوہ اس مسئلہ کے لئے قابل حجت نہیں، حدیث یہ ہے:

''عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالآخَرُ عَنْ نَفْسِهِ، فَقِيلَ لَهُ: فَقَالَ: "أَمَرَنِي بِهِ"- يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَلَا أَدَعُهُ أَبَدًا'' (جامع الترمذی،(۱۴۹۵)، وسنن أبي داود (۲۷۹۰)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ (۲/۲۰۵/۸۴۳)۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے، ایک نبی کریم ﷺ کی جانب سے اور دوسری اپنی جانب سے، اس بارے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: مجھے نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے، لہٰذا میں اسے کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔

۱۔ یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابو الحسناء مجہول اور شریک نخعی سیء الحفظ اور حنش ضعیف ہیں۔ (دیکھئے: ضعیف أبي داود - الام (2/ 371)، حدیث (483)، ومسند أحمد طبع الرسالۃ (2/ 206)۔ضعیف سنن الترمذی (ص: ۱۷۵)، حدیث (۲۵۴)۔

۲۔ بالفرض اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ وصیت کا معاملہ ہوگا (جیسا کہ سنن ابوداود کی روایت میں ''أوصاني'' کے لفظ کی صراحت ہے) جو علی رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے، دوسرے کسی کو آپ ﷺ نے وصیت نہیں کی ہے، لہٰذا نص پر توقف لازم ہوگا اس سے تجاوز نہیں کیا جائے گا۔ واللہ اعلم

چند متفرق مسائل:

۱۔ قربانی کا گوشت حسب ضرورت خود کھائیں، اعزاء و اقارب کو کھلائیں اور محتاجوں میں تقسیم کریں، حسب حال غیر مسلموں کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ (سورۃ الحج:۲۸،۳۶)۔

۲۔ قربانی کے کسی بھی حصہ کو بیچنا جائز نہیں ہے خواہ اس کا بال یا اس کی جلد ہی کیوں نہ ہو، اور نہ ہی اس میں سے قصاب کی مزدوری دینی جائز ہے۔ (بخاری(۱۷۱۶) ومسلم(۱۳۱۷))۔

۳۔ بکرا بکری ایک شخص اور اس کے اہل وعیال، اسی طرح اونٹ، گائے، بیل، بھینس سات اشخاص اور ان کے اہل وعیال کی جانب سے کافی ہیں۔ (صحیح سنن ترمذی/ ۱۵۰۵)۔

۴۔ خصی جانور کی قربانی حلال اور جائز ہے، نبی کریم ﷺ نے خصی کی قربانی کی ہے۔ (سنن ابن ماجہ (۳۱۲۲)، ومسند احمد (۲۵۰۴۶)، صحیح دیکھئے: ارواء الغلیل ۴/ ۳۶۰/ ۱۱۴۷)۔

واللہ اعلم و صلی اللہ و سلم علی نبینا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین۔

احکام ومسائل

حج کا طریقہ، احکام ومسائل اور غیر مسنون اعمال کی نشاندہی

ابوابراہیم کمال الدین سنابلی بدایونی

حج کی فرضیت

حج ان پانچ چیزوں میں سے ایک ہے جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے اور یہ اس شخص پر فرض ہے جو بیت اللہ یعنی مکہ مکرمہ تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَ مَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ.

''اللہ کے لیے ان لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ جو کفر کرے تو بلاشبہ اللہ جہان والوں سے بے نیاز ہے۔'' (آل عمران:97)

صاحب استطاعت پر حج زندگی میں کتنی بار فرض ہے؟

پوری زندگی میں حج صرف ایک بار فرض ہے، اگر ایک سے زیادہ کوئی شخص حج کرتا ہے تو اس کے وہ حج نفلی شمار ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے لہٰذا حج کرو، ایک شخص (اقرع بن حابس) نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، انہوں نے پھر یہی سوال دہرایا، حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ فرمایا "اگر میں کہہ دیتا" ہاں" تو ہر سال حج واجب ہو جاتا اور پھر تم اس کی استطاعت نہ رکھتے... (مسلم، حدیث نمبر:1337)

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: أنَّ الأقرعَ بنَ حابِسٍ سألَ النَّبيَّ ﷺ فقالَ يا رسولَ اللَّهِ الحجُّ في كلِّ سنةٍ أو مرَّةً واحدةً قالَ بل مرَّةً واحدةً فمَن زادَ فَهوَ تطوُّعٌ. (الراوی: عبداللہ بن عباس صحيح أبي داود-:1721)

اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! حج ہر سال ہے یا صرف ایک مرتبہ؟ آپ نے فرمایا: صرف ایک مرتبہ اور جو زیادہ کرے تو وہ نفلی ہے۔ (صحیح ابوداود، حدیث نمبر:1721)

مذکورہ احادیث سے پتہ چلا کہ حج صاحب استطاعت پر زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے۔

حج کی فضیلت

حج کے بہت سے فضائل احادیث صحیحہ میں وارد ہوئے ہیں جن میں سے سب سے اہم فضیلت یہ ہے کہ حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

العمرةُ إلى العمرةِ كفَّارَةٌ لمَا بينَهمَا ، والحجُّ المبرورُ ليسَ لهُ جزاءٌ إلا الجنَّةُ .(الراوی: أبو ہریرۃ، صحیح البخاری، رقم الحدیث:1773)

"ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک اس کے درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے، اور حج مبرور (جس میں کسی قسم کے گناہ کا ارتکاب نہ ہو) کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں" (بخاری، حدیث نمبر:1733)

نوٹ: حج مبرور وہ حج ہے جو سنت کے مطابق ہو اور جس میں گناہوں کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو۔

وجوب حج کے شرائط:

وجوب حج کے لیے پانچ شرائط ہیں:

1۔مسلمان ہونا 2۔بالغ ہونا

3۔عاقل ہونا 4۔آزاد ہونا

5۔استطاعت کا ہونا (مالی، جسمانی اور راستے کے پر امن ہونے کے اعتبار سے)

اور عورت کے لیے ان پانچ شرائط کے ساتھ ساتھ ایک اور شرط "محرَم" کا ہونا ہے، کیونکہ عورت کے لیے تنہا سفر کرنا یا نامحرم کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

حج کی اقسام

حج کی تین قسمیں ہیں:

1۔**حج تمتع:** (اور یہ سب سے افضل حج ہے) حج کی وہ قسم جس میں حاجی عمرہ کر کے احرام کھول دیتا ہے اور پھر ایام حج میں (یوم الترویہ یعنی 8/ ذوالحجہ کو) دوبارہ سے حج کا احرام باندھتا ہے۔

2۔**حج قِران:** حج کی وہ قسم جس میں حاجی عمرہ اور حج دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھتا ہے یعنی عمرہ کر کے احرام نہیں کھولتا بلکہ اسی احرام میں ایام حج میں حج کی ادائیگی کرتا ہے۔

3۔**حج اِفراد:** حج کی وہ قسم جس میں حاجی صرف حج کا احرام باندھتا ہے۔

نوٹ 1: حج تمتع کرنے والا احرام باندھ کر یہ الفاظ کہے گا "اللَّهمَّ لبيك عمرة متمتعاً بها إلى الحج" یا پہلی مرتبہ احرام باندھ کر یہ کہے "اللَّهمَّ لبيك عمرة"، پھر 8/ ذوالحجہ کو دوسری بار احرام باندھ کر یہ کہے "اللَّهمَّ لبيك حجاً"۔ حج قران کرنے والا احرام باندھ کر اس طرح کہے گا: "اللهم لبيك عمرة و حجاً" اور حج افراد کرنے والا احرام باندھ کر اس طرح کہے گا: ''اللهم لبيك حجاً''۔

نوٹ 2: حج تمتع کرنے والے پر دو بار سعی کرنا ضروری ہے، ایک بار طوافِ قدوم کے بعد اور دوسری بار طوافِ زیارت کر کے جبکہ حج قران کرنے والے پر صرف ایک بار سعی ہے، اگر طوافِ قدوم کے بعد اس نے سعی کر لی تو طوافِ زیارت کرنے کے بعد اس پر سعی ضروری نہیں اور اگر طواف قدوم کے بعد سعی نہیں کی ہے تو طوافِ زیارت کر کے سعی کر لے، حج افراد کرنے والے پر بھی ایک ہی سعی ہے۔

نوٹ 3: حج تمتع اور حج قران کرنے والوں پر قربانی کرنا ضروری ہے جبکہ حج افراد کرنے والے پر قربانی کرنا ضروری نہیں ہے۔

ارکان حج

حج کے پانچ ارکان ہیں:

1۔نیت 2۔وقوف عرفہ

3۔مزدلفہ میں رات گزارنا 4۔طوافِ زیارت کرنا

5۔سعی کرنا

نوٹ: بعض علماء نے مزدلفہ میں رات گزارنے کو واجبات میں شمار کیا ہے، البتہ فجر کی نماز مزدلفہ میں پڑھنا سب نے رکن شمار کیا ہے۔

حج کے واجبات و فرائض

حج کے پانچ فرائض و واجبات ہیں:

1۔میقات سے احرام باندھنا

2۔جمرات کو کنکریاں مارنا

3۔سر کے بال کٹوانا یا منڈوانا (تقصیر یا حلق)

4-ایامِ تشریق کی راتیں منیٰ میں گزارنا

5-طوافِ وداع کرنا

اهم نوٹس:

1-اگر حج کا کوئی رکن چھوٹ جائے تو حج باطل ہو جائے گا، اگر استطاعت ہو تو آئندہ دوبارہ حج کرے۔

2-اگر حج کا کوئی واجب چھوٹ جائے تو فدیہ دینا ہوگا یعنی ایک جانور قربان کرنا ہوگا۔

3-اگر فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو 10 روزے رکھنے ہونگے، 3 ایام حج میں اور سات روزے اپنے وطن واپس آ کر۔

4-اگر حج کی کوئی سنت چھوٹ جائے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔

حج کا طریقہ

1-احرام:

احرام سے مراد حج یا عمرہ کی عبادت میں داخل ہونے کی نیت کرنا ہے، لہذا جو شخص حج یا عمرے کا ارادہ کرے وہ میقات سے احرام باندھ لے، احرام باندھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا علاقائی لباس اتار کر دو چادریں زیب تن کر لے، ایک کو لنگی بطور باندھ لے اور دوسری چادر کو کندھوں سمیت اوڑھ لے (سر نہ ڈھکے) تاہم احرام کا یہ لباس صرف مردوں کے لیے ہے، عورتوں کا احرام ان کے وہی پردے والے کپڑے ہیں جو وہ اپنے ملک میں پہنتی ہیں۔

احرام باندھنے سے پہلے غسل کر لے، اور اگر ضرورت ہو تو ناخن کاٹ لے، مونچھیں کتر لے، بغل اور زیرِ ناف کے بال صاف کر لے، پھر (مرد) جسم پر خوشبو کا استعمال کرے، خیال رہے کہ احرام کے کپڑوں پر خوشبو کا استعمال نہیں کرنا ہے۔

نوٹ 1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سمت سے آنے والوں کے میقات کی وضاحت کر دی ہے، لہذا احرام میقات ہی سے باندھنا ہے، میقات سے پہلے احرام باندھنا خلاف سنت ہے، اِلا یہ کہ کوئی عذر ہو۔

نوٹ 2: احرام پہننے سے پہلے احرام کے لیے دو رکعت پڑھنا مسنون نہیں ہے، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں احرام باندھا تو دو رکعت پڑھیں لیکن یہ دو رکعت احرام باندھنے کے لیے نہ تھیں بلکہ ذوالحلیفہ کی الگ سے خصوصیت کیوجہ سے تھیں، لہذا احرام باندھنے کے لیے کوئی نماز نہیں ہے، احرام باندھ لیں اور اگر کسی فرض نماز کا وقت ہو تو احرام سے پہلے یا بعد میں وہ فرض نماز ادا کرنی چاہیے اور اگر اس کے ذمے کوئی فرض نماز نہیں ہے تو بغیر کوئی نماز پڑھے تلبیہ پکارتا ہوا بیت اللہ کی طرف چل دے۔

کیا ائیر پورٹ سے احرام باندھ سکتے ہیں؟

جی ہاں ایئر پورٹ سے احرام باندھ سکتے ہیں، کیونکہ جہاز جسوقت میقات کے اوپر سے گزرتا ہے اسوقت جہاز میں موجود تمام حجاج کرام کا احرام باندھنا انتہائی دشوار کن امر ہے اور خدشہ ہے کہ وہ بغیر احرام کے میقات سے گزر جائیں گے، لہذا شریعت مجبوریوں میں رخصت دیتی ہے، ضرورتوں کو قبول کرتی ہے، اس لیے ائیر پورٹ سے احرام باندھنا جائز ہے (اِن شاء اللہ) تاہم احرام کی نیت اسوقت کریں جب جہاز میقات کی فضائی حدود میں داخل ہو، حج کے موسم میں تقریباً ہر فلائٹ میں جہاز کے حدود میقات میں داخل ہونے سے تھوڑا پہلے اعلان کر دیا جاتا ہے۔

احرام باندھ کر...؟

احرام باندھ کر یہ الفاظ کہے: "اللّٰهمَّ لبيك عمرة متمتعاً بها إلى الحج"۔ احرام باندھ کر اور یہ الفاظ کہتے ہی

احرام کی پابندیاں اس پر لازم ہوگئیں، اب وہ مندرجہ ذیل امور نہیں کرسکتا:

1۔سر اور جسم کے کسی حصے کے بال کاٹنا

2۔ناخن تراشنا

3۔خوشبو لگانا حتی کہ خوشبو دار صابن کا استعمال بھی منع ہے

4۔بیوی سے ہمبستری کرنا، نکاح کرنا حتی کہ بوس و کنار بھی جائز نہیں۔

5۔شکار کرنا

6۔دستانے پہننا

یہ پابندیاں مرد اور عورت دونوں کے لیے ہیں البتہ مرد کے لیے مزید پابندی یہ ہے کہ:

7۔وہ اپنا سر نہ ڈھانپے، حتی کہ احرام کی حالت میں نماز بھی ننگے سر ہی پڑھنی ہے خواہ وہ کسی بھی مسلک کا ماننے والا ہو۔

2۔تلبیہ:

احرام باندھ کر طواف شروع کرنے تک بآواز بلند بار بار تلبیہ پکارتے رہیں، تلبیہ کے مسنون الفاظ یہ ہیں : "لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك إن الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك "(مسلم حديث نمبر:۱۱۸۴) (میں تیرے لیے حاضر ہوں، اے اللہ میں تیرے لیے حاضر ہوں، میں تیرے لیے حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں تیرے لیے حاضر ہوں، بیشک تمام تعریفیں، نعمتیں اور بادشاہت تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں)

3۔طواف:

میقات سے تلبیہ پکارتا ہوا بیت اللہ شریف جائے، مسجد حرام میں داخل ہو تو مسجد میں داخل ہونے کی دعا "اللهم افتح لي أبواب رحمتك"(مسلم حديث:۱۳۷) پڑھے، اب یہاں پہونچ کر اسے بیت اللہ کا طواف کرنا ہے، طواف شروع کرنے سے پہلے تلبیہ پکارنا بند کردے، طواف کے سات چکر ہیں، ہر چکر حجر اسود سے شروع ہوکر حجر اسود ہی پر پورا ہوگا۔

لہذا حجر اسود کے پاس آکر اگر ممکن ہو تو حجر اسود کو بوسہ دے اور "بسم الله الله اكبر" کہہ کر طواف شروع کردے، اگر بھیڑ کیوجہ بوسہ نہ دے سکے تو ہاتھ سے چھوکر ہاتھ کو بوسہ دے لے، اور اگر حجر اسود کو ہاتھ سے چھونا بھی ممکن نہ ہو تو اس کی طرف ہاتھ سے صرف اشارہ کرے اور "بسم الله الله اكبر" کہہ کر طواف شروع کردے، ہاتھ سے اشارہ کر کے ہاتھ کو بوسہ نہ دے، طواف کے دوران **"اضطباع"** کی کیفیت کرلے، اضطباع کا مطلب یہ ہے کہ اوپر والی چادر کو داہنے ہاتھ کی بغل کے نیچے سے نکالتے ہوئے بائیں کندھے کے اوپر ڈال لے، طوافِ قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا ہے، رمل کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے تیز رفتاری سے چلے، طواف کے دوران جو مسنون ادعیہ و اذکار کرنا چاہے کرے، اپنی زبان میں اللہ سے جو دعائیں کرنا چاہے کرے، جب رکن یمانی کے پاس آئے تو رکن یمانی کو چھوکر "بسم الله والله اكبر" کہے، اگر چھونا ممکن نہ ہو تو ہاتھ سے اشارہ نہ کرے اور نہ تکبیر کہے، رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھنا مسنون ہے : (رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ)(البقرۃ:۲۰۱۔اورابوداود حدیث ۱۸۹۲۔صحیح ابوداود: ۳۵۴)

حجر اسود کے پاس آکر "الله اكبر" کہے، یہاں اس کا ایک چکر پورا ہوگیا، اسی طرح مسنون طریقے سے سات چکر پورے کرے۔

نوٹ 1 : مسجد حرام میں داخل ہونے پر تحیۃ المسجد کی دو

رکعت نہیں ہیں، بلکہ بیت اللہ کا طواف ہی مسجد حرام کا" تحیۃ المسجد" ہے، ہاں اگر ایسے موقعے پر وہاں داخل ہو کہ فرض نماز کی جماعت کھڑی ہو چکی ہو یا کھڑی ہونے والی ہو تو وضو کر کے پہلے جماعت سے نماز پڑھ لے، پھر طواف شروع کرے۔

نوٹ 2: رمل کرنا بیشک مسنون ہے لیکن اگر ازدحام زیادہ ہو اور رمل کیوجہ سے کسی حادثے یا مسلمانوں کو اذیت پہونچنے کا خطرہ ہو یا بھیڑ کیوجہ سے رمل کرنا ممکن نہ ہو تو عام انداز میں جس طرح ممکن ہو چلتا رہے اور بیت اللہ کی حرمت وعظمت کا خیال رکھے کہ دوسری جگہوں کی بنسبت یہاں کسی مسلمان کو تکلیف دینا اللہ کے نزدیک زیادہ ناراضگی کا سبب ہے۔

نوٹ 3: حجر اسود کو بوسہ دینے یا چھونے کے لیے مسلمانوں کو تکلیف نہ دے، اگر بغیر کسی کو تکلیف دیے آسانی سے یہ کام کر سکتا ہے تو کرے ورنہ حجر اسود کی طرف صرف ہاتھ سے اشارہ کرے، اپنی طاقت وجوانی کا بیجا استعمال نہ کرے۔

نوٹ 4۔طواف کے ہر چکر کے لیے کوئی مخصوص دعا سنت سے ثابت نہیں ہے، بغیر تخصیص کے جو دعائیں کرنا چاہے کرے، سوائے رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کہ وہاں "ربنا آتنا..." پڑھنا مسنون ہے۔

نوٹ 5۔طواف کے دوران اجتماعی ذکر اور دعا جیسا کہ بعض گروپ والے کرتے ہیں، سنت سے ثابت نہیں۔

4۔مقام ابراہیم:

اللہ تعالی کا فرمان ہے "**واتخذوا من مقام إبراهيم مصلى**" (سورۃ البقرہ، آیت نمبر:125)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طواف کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت پڑھنا ثابت ہے، لہذا مقام ابراہیم کے سامنے جہاں جگہ ملے دو رکعت ادا کرے، پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھنا مسنون ہے۔

نوٹ 1: اگر مقام ابراہیم میں جگہ نہ ملے تو مسجد حرام میں جہاں جگہ ملے پڑھ لے۔

نوٹ 2: مقام ابراہیم در اصل وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر بیت اللہ کی تعمیر کی تھی، لوگوں کے فساد عقیدہ میں مبتلا ہو کر کسی بدعی فعل کے انجام دینے کے خطرے کے پیش نظر خاص قدمِ ابراہیم والی اس جگہ کو شیشے سے گھیر دیا گیا ہے۔

5۔سعی:

مقام ابراہیم پر دو رکعت ادا کرنے کے بعد صفا ومروہ کی سعی کرنی ہے، لہٰذا صفا پہاڑی کی طرف جائے، صفا پر پہونچ کر سعی شروع کرنے سے پہلے کعبہ کی طرف رخ کر کے دعا کرنی ہے، کوشش کرے کہ کعبہ نظر آنے لگے، بھیڑ کیوجہ سے اگر نظر نہ آئے تو کوئی بات نہیں، صرف کعبہ کی طرف رخ کرلے اور یہ پڑھے:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَائِرِ اللَّهِ (البقرۃ، آیت: 158) ابدأ بما بدأ اللهُ بِهِ

اس کے بعد تین بار یہ کہے: بسم الله، الله اكبر، لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، وحدَهُ لا شريكَ لَهُ ، لَهُ المُلكُ ولَهُ الحمدُ ، يُحيي ويميتُ وَهوَ علَى كلِّ شيءٍ قديرٌ ، لا إلَهَ إلَّا اللَّهُ وحدَهُ أنجزَ وعدَهُ ، ونصرَ عبدَهُ ، وَهَزمَ الأحزابَ وحدهُ (صحیح مسلم، حدیث نمبر:1218)

اس کے بعد اللہ سے خوب دعائیں کرے، پھر صفا سے سعی کی شروعات کرے، جب آپ صفا سے مروہ کی طرف جاتے ہیں تو راستے میں ایک جگہ سبز رنگ کی لائیٹ نظر آتی ہے، اس جگہ کا

مطلب ہیکہ یہاں آپ کو تیزی سے دوڑ نا ہے، یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں لختِ جگر شیر خوار اسماعیل کے لیے حضرت ہاجرہ بھی دوڑی تھیں، جب آپ مروہ پہاڑی پر پہونچ گئے تو آپ کا ایک چکر پورا ہوگیا، پھر مروہ پہ وہی کرنا ہے جو صفا پر کیا تھا، اسی طرح سات چکر پورے کرنے ہیں۔

نوٹ 1: سعی کے دوران دعائیں اور ذکر واذکار کر سکتے ہیں۔

نوٹ 2: بعض حضرات سعی کے دوران بھی دایاں کندھا کھلا رکھتے ہیں، جبکہ سعی کے دوران اضطباع نہیں ہے، یعنی دائیں کندھے کو کھلا نہیں رکھنا ہے۔

نوٹ 3۔ بعض حضرات 14 چکر لگاتے ہیں اور انہیں سات شمار کرتے ہیں، نتیجتاً تھک بھی زیادہ جاتے ہیں اور مسنون عمل پر زیادتی کے مرتکب ہوتے ہیں، لہٰذا یاد رکھنا چاہیے کہ صفا سے مروہ تک ایک چکر ہوگیا، مروہ سے صفا دوسرا، پھر صفا سے مروہ تیسرا... اس طرح صفا سے شروع کر کے مروہ پر ساتواں چکر ختم ہو جائے گا۔

نوٹ 4۔ فرض جماعت کی اقامت ہوتے ہی سعی سے رک جانا چاہیے، جماعت کھڑی ہونے کے بعد سعی یا طواف میں مصروف رہنا درست نہیں، اپنا طواف یا سعی جہاں چھوڑا ہو نماز کے بعد وہیں سے شروع کر دیں۔

نوٹ 5۔ سبز پٹی کے درمیان صرف مردوں کو دوڑ نا ہے، خواتین کو نہیں۔

نوٹ 6۔ آب زم زم جتنا چاہے پیے، آب زم زم پیتے وقت اللہ سے اپنے لیے کوئی دعا بھی کر سکتا ہے۔

احرام اتار دیے

مروہ پر ساتواں چکر ختم کر کے حج تمتع کرنے والا بالوں کو کٹوائے یا منڈوائے اور پھر احرام کا لباس اتار کر اپنے عام سلے ہوئے کپڑے پہن لے۔ عمرہ مکمل ہو گیا الحمد للہ۔

نوٹ 1: تقصیر یعنی بال چھوٹے کروانا جائز ہے اور سر منڈوانا افضل ہے۔

نوٹ 2: پانچ چھ بال یا چوتھائی سر کے بال اتروانے سے نہ تقصیر ہوتی ہے نہ حلق، پورے سر کے بال اتارنے کا اہتمام کریں۔

نوٹ 3: حج قران کرنے والا ابھی حلال نہیں ہوگا، یعنی نہ بال اتروائے گا اور نہ احرام اتارے گا بلکہ احرام ہی کے لباس میں 8 ذوالحجہ کا انتظار کرے گا۔

6۔ منیٰ کی طرف (8/ ذوالحجہ):

8 / ذوالحجہ کو حاجی حج کے لیے احرام باندھے، اور احرام باندھ کر کہے: "اللَّهمَّ لبيك حجاً" لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك، لبيك، ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك " (حج قران و افراد والا اپنے پہلے والے احرام ہی میں 8 / ذوالحجہ کو یہ الفاظ کہے گا)

اس کے بعد ظہر سے پہلے پہلے منیٰ پہونچ جائے، منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر یعنی پانچ نمازیں قصر کر کے اپنے اپنے وقت پر پڑھنی ہیں۔

نوٹ: بعض حضرات منیٰ میں قصر نہیں کرتے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے ایام حج میں قصر کی، منیٰ میں بھی قصر کر کے نمازیں پڑھیں، تو کیا یہ لوگ اس فضیلت کو پانا چاہتے ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پا سکے؟

7۔ میدان عرفات کی طرف (9/ ذوالحجہ، یوم عرفہ)

طلوعِ آفتاب کے بعد حاجی منیٰ سے میدان عرفات جائے اور وہاں پہونچ کر زوال کے بعد ظہر اور عصر کی نماز جمع وقصر کر کے پڑھے، وہیں مسجد نمرہ میں امام صاحب خطبہ دیتے ہیں، خطبہ

سنے، میدان عرفات میں خوب ذکر و اذکار کرے، تلبیہ پکارتا رہے اور خوب دعائیں کرے، گڑگڑائے، روئے، اپنی عاجزی کا اظہار کرے، اللہ سے گناہوں کی معافی مانگے۔

نوٹ 1: بعض حضرات مسجد نمرہ ہی میں وقوف کر لیتے ہیں، تو معلوم ہونا چاہیے کہ مسجد نمرہ کا صرف کچھ حصہ عرفات کی حدود میں داخل ہے، اس لیے خوب تسلی کرلیں کہ آپ کا وقوف عرفات ہی میں ہو رہا ہے۔

نوٹ 2: میدان عرفات میں ٹھہرنا حج کا رکن ہے، لہذا جس نے عرفات میں وقوف نہیں کیا اس کا حج نہیں ہوگا، غروب آفتاب تک ٹھہرنا ہے، اگر کوئی کسی مجبوری کی وجہ سے دن میں نہ آ سکا تو رات کے کسی حصے میں پہونچنے کی کوشش کرے لیکن فجر کی نماز مزدلفہ میں امام کے ساتھ ہی پڑھنی ہے۔

8۔مزدلفہ کی طرف:

9/ذوالحجہ کو غروب آفتاب ہوتے ہی بنا مغرب کی نماز پڑھے عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے اور مزدلفہ پہونچ کر مغرب اور عشاء کی نماز جمع وقصر کرکے پڑھے، پھر کھانے وغیرہ کی ضروریات سے فارغ ہو کر ٹائم پر سو جائے تاکہ فجر میں وقت پر جاگ سکے۔

نوٹ 1: بعض حضرات عرفات میں غروب آفتاب ہونے کے بعد پہلے مغرب کی نماز پڑھتے ہیں، پھر مزدلفہ کی طرف کوچ کرتے ہیں، ان کا یہ عمل خلاف سنت ہے، مسنون طریقہ غروب آفتاب ہو جانے کے باوجود بنا مغرب پڑھے مزدلفہ کی طرف نکل پڑنا ہے اور مزدلفہ پہونچ کر مغرب وعشاء پڑھنی ہے۔

نوٹ 2: مزدلفہ میں رات آرام کرکے گزارنی ہے، رات میں اٹھ کر نفلی عبادت کرنا درست نہیں ہے۔

9۔رمی، قربانی، حلق: دوبارہ منی کی طرف (10/ذوالحجہ، یوم العید یوم النحر):

مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھ کر بیٹھا رہے اور خوب سفیدی ہونے تک ذکر و اذکار کرتا رہے، پھر جب سفیدی نمودار ہو جائے تو طلوع آفتاب سے قبل منی چلا جائے، سات کنکریاں مزدلفہ سے لے لے یا راستے سے چُن لے، جمرہ عقبہ پہونچنے تک باآواز بلند تلبیہ پکارتا رہے، پہونچ کر جمرہ عقبہ کی رمی کرے، یعنی ایک ایک کر کے سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری مارتے وقت "اللہ اکبر" کہے، پھر سر کے بال چھوٹے کروائے یا منڈوائے، البتہ منڈوانا افضل ہے، قربانی کرے، پھر احرام کھول دے اور اپنا عام لباس پہن لے، اب یہ احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو گیا، یعنی خوشبو لگا سکتا ہے، ناخن کاٹ سکتا ہے وغیرہ وغیرہ سب حلال ہو گیا سوائے نکاح اور بیوی سے ہمبستری کرنے کے، اس کے بعد طوافِ زیارت (طوافِ افاضہ) کے لیے بیت اللہ جائے، طواف کرے اور سعی کرے، پھر واپس منی اپنی رہائش پر آ جائے، طواف زیارت کے بعد بیوی سے ہمبستری کی پابندی بھی ختم ہوگئ۔

نوٹ 1: اگر قربانی کے لیے کہیں پیسے جمع کرنے ہوں تو تسلی کرلے کہ آپ معتبر لوگوں کے پاس قربانی کرنے کے لیے پیسے جمع کر رہے ہیں۔

نوٹ 2: حج افراد کرنے والے پر قربانی ضروری نہیں ہے۔

نوٹ 3: حج تمتع کرنے والے پر طوافِ زیارت کے بعد بھی سعی کرنا ضروری ہے، جبکہ حج قران کرنے والے نے اگر طوافِ قدوم کے بعد سعی کی تھی تو طواف زیارت کے بعد اس پر سعی نہیں ہے، البتہ اگر طواف قدوم میں سعی نہیں کی تھی تو اب کرے گا، یعنی حج تمتع کرنے والے کے ذمے دوبار سعی کرنا ہے

اور حج قران وافراد کرنے والے کے ذمہ ایک سعی ہے۔

نوٹ 4: جمرہ عقبہ کی رمی، قربانی، حلق، یہ ترتیب ہے لیکن اگر ترتیب بدل بھی جائے تو کوئی حرج نہیں (ولاحرج)

10۔منی میں شب باشی اور تینوں جمرات کی رمی (11/12/13 ذوالحجہ):

11 اور 12 ذوالحجہ کی راتیں منی ہی میں گزارے، 11/ ذوالحجہ کو زوال آفتاب کے بعد تینوں جمرات کو سات سات کنکریاں مارے، یعنی کُل 21 کنکریاں چن لے، پہلے جمرہ صغری کے پاس جائے اور ایک ایک کر کے سات کنکریاں مارے، ہر کنکری کے ساتھ "اللہ اکبر" کہے، سات کنکریاں مار کر تھوڑا دائیں طرف ہٹ جائے اور خوب دعا کرے، پھر اسی طرح جمرہ وسطی کو سات کنکریاں مارے اور تھوڑا بائیں طرف ہٹ کر دعائیں کرے اور پھر جمرہ کبری کو اسی طرح سات کنکریاں مارے لیکن یہاں یعنی جمرہ کبری کو کنکریاں مار کر دعا کے لیے نہیں رکے بلکہ آگے نکل جائے۔

رمی کا یہی عمل 12/ ذوالحجہ کو کرے۔

اور اگر 13/ ذوالحجہ کو بھی منی میں رکنا چاہتا ہے تو یہی عمل 13 ذوالحجہ کو بھی کرے، البتہ اگر 12/ ذوالحجہ کو منی سے نکلنا چاہتا ہے تو غروبِ آفتاب سے پہلے نکل جائے، اگر غروب آفتاب تک رکا رہا تو پھر 13/ ذوالحجہ کو کنکریاں مار کر ہی نکلنا ہوگا۔

نوٹ 1: رمی کرنے سے پہلے کنکریوں کو دھونا مسنون عمل نہیں ہے۔

نوٹ 2: کنکری تقریباً چنے کے برابر ہونی چاہیے۔

نوٹ 3: کنکریاں مارتے وقت جوتا چپل مارنا، گالی دینا، تھوکنا، یہ سب جہالت والے کام ہیں، ان سے بچنا چاہیے۔

11۔طوافِ وداع:

درج بالا کاموں سے فارغ ہو کر جب مکہ چھوڑنے کا ارادہ ہو تو بیت اللہ آئے اور طوافِ وداع کرے، طوافِ وداع کے بعد مکہ میں رکنا ٹھیک نہیں، البتہ ساتھیوں کے انتظار کے لیے تھوڑی بہت دیر رکنے میں کوئی حرج نہیں، ذہن میں رہے کہ طوافِ وداع مکہ میں اس کا آخری عمل ہو۔

وضاحت: اگر چاہے تو طوافِ افاضہ کو مکہ سے سفر تک مؤخر کر سکتا ہے، اور پھر مکہ سے رخصت ہوتے وقت طواف افاضہ کرلے، یہ طواف وداع کے لیے بھی کفایت کر جائے گا لیکن یاد رہے کہ طواف افاضہ ایام تشریق کے اندر اندر ہی کرنا ہے، لہذا دیکھ لے کہ مکہ سے کب رخصت ہونا ہے، اگر مکہ سے جانے میں دو تین دن تاخیر ہو تو ایام تشریق میں طوافِ افاضہ کرلے، پھر مکہ چھوڑنے لگے تو طوافِ وداع کرلے۔

الحمدللہ حج مکمل ہوگیا۔

اب اگر وطن واپسی میں ابھی کچھ دن باقی ہیں تو آپ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل کرنے کے ارادے سے مدینے کا سفر کر سکتے ہیں، مسجد نبوی جانا ہو تو وہیں قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے، وہاں بھی جا سکتے ہیں لیکن کوئی ایسا کام نہ کریں جو توحید مخالف ہو، ویسے وہاں کی پولس قبر پر کوئی شرکیہ عمل کرنے نہیں دیتی، اگر کوئی قبر پر جھکنے یا سجدہ کرنے کی کوشش کرے تو پولس بہت پٹائی کرتی ہے لیکن پولس صرف ظاہری عمل دیکھتی ہے، دل کا حال اللہ جانتا ہے، اللہ سے ڈریں اور دل میں کوئی فاسد عقیدہ رکھ کر قبر پر نہ جائیں، مسجد قبا میں دو رکعت پڑھنے کا اجر ایک عمرہ کرنے کے برابر ہے، اور بھی مدینے میں تاریخی واسلامی مقامات ہیں، چاہیں تو گھوم سکتے ہیں۔ ❖ ❖ ❖

تزکیہ وتربیت

بیویوں کی اصلاح: نبوی سیرت اور ہدایات کی روشنی میں

سرفراز فیضی : داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

انسان اللہ کی تخلیق کا عظیم شاہکار ہے۔ اس شاہکار تخلیق میں اللہ کی قدرت کی بہت ساری نشانیاں ہیں۔ ان نشانیوں میں سے ایک ہے "اختلاف"۔ خالق کائنات نے اپنی اس نوع بنوع مخلوق میں رنگ اور ہیئت سے لے کر فکر وخیال تک ہر چیز میں اختلاف رکھا ہے۔ اس اختلاف کے ساتھ جینے اور جہاں جہاں ممکن ہو اتفاق کے راستے تلاش کرتے رہنے کا رہنے کا نام سلیقہ ہے۔ یہ سلیقہ سکھانے کے لیے ہی اللہ نے زمین پر اپنے نبی بھیجے۔

اللہ کے نبی ﷺ کو انسانیت کے لیے اسوہ بنا کر بھیجا گیا۔ آپ ﷺ کے ذریعہ اللہ نے ہم کو جینے کے گُر سکھائے۔ زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جو رسول اکرم فداہ ابی وامی کی روشن سیرت کی تابناکیوں سے محروم رہ گیا ہو۔ آپ کی سیرت اور ہدایات زندگی کے ایک ایک کونے کو منور کرتی ہیں۔ زندگی کے انہیں مختلف شعبوں میں سے ایک ازدواجی زندگی کا شعبہ ہے۔

نکاح انسان کی زندگی کا سب سے اہم رشتہ ہوتا ہے۔ دنیا میں ایک انسان نے دوسرے انسان کے ساتھ سب سے پہلے یہی رشتہ بنایا۔ اسی رشتے سے دنیا کے سارے رشتوں نے جنم لیا۔ یہ رشتہ انسانی سماج کے جسم کا پہلا سیل ہے۔ معاشرتی دیوار کی بنیاد کا پہلا پتھر ہے۔ اس خشت اول کے درست ہونے پر ہی دیور کے درست رہنے کا انحصار ہے۔ یہ ٹیڑھا ہو تو دیوار ثریا پر پہنچ کر بھی سیدھی نہیں رہ سکتی۔

اتنی اہمیتوں کے باوجود نکاح کا رشتہ دنیا کا کمزور ترین رشتہ ہے۔ یہ زندگی کا واحد رشتہ ہے جو ٹوٹ سکتا ہے اور جس کو توڑا جاسکتا ہے۔ زندگی کے دوسرے رشتے ہم اپنی مرضی سے نہیں بناتے اس لیے ان کو توڑنے کا اختیار بھی ہمارے پاس نہیں۔ لیکن نکاح کا رشتہ ہم اپنی مرضی سے بناتے ہیں۔ اس لیے ہمارے پاس اختیار ہے کہ طلاق کی ایک ضرب سے اس رشتے کو ختم بھی کردیں۔

زندگی کا اصول یہی ہے کہ جو شئی جتنی زیادہ کمزور ہوتی ہے۔ اس کی حفاظت کی طرف اتنی ہی توجہ درکار ہوتی ہے۔ نکاح زندگی کا ایک کمزور رشتہ ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت کے لیے بھی ہماری خصوصی توجہ ضروری ہے۔ اور زندگی کی یہ ضرورت بھی ہمارے دین نے پوری کی ہے۔ انسانی حیات کے دوسرے مسئلوں کی طرح سیرت سے ہم کو اس موضوع پر کافی رہنمائی ملتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی کے بہت سارے گوشوں میں سے ایک گوشہ آپ کی ازدواجی زندگی کا بھی ہے۔ زندگی کے اس شعبہ میں اللہ کے نبی ﷺ کو بھی اپنی بیویوں کے ساتھ اختلاف اور تکرار کی نوبت پیش آئی۔ نبی ﷺ کے ساتھ اللہ کی مشیت سے یہ اختلافات پیش بھی اس لیے آئے تاکہ اللہ کے نبی ﷺ ان اختلافات کو اللہ تعالیٰ کی عطا کی گئی عظیم حکمت کی بنیاد پر حل کریں۔ اور ان اختلافات کے ساتھ اللہ کے نبی ﷺ کا رویہ آپ ﷺ کی امت کے لیے نمونہ بن سکے۔

نکاح کے رشتہ میں مرد کی حیثیت قوّام کی ہوتی ہے۔ اس لیے اس رشتے کو چلانے اور بچانے کی زیادہ ذمہ داری مرد ہی پر

عائدہ ہوتی ہے۔اس مضمون میں ہم نے بیویوں کی اصلاح کے حوالہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور تعلیمات میں جو ہدایات ملتی ہیں ان پر کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس معاملہ میں بیویوں کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ یہ الگ موضوع ہے جس کو ہم آئندہ کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔

سنّت رفق:

رفق یعنی نرمی ان بنیادی اصولوں میں سے ہے جن پر اس دین کی بنیاد رکھی گئی ہے۔اللہ اپنے بندوں کے ساتھ نرمی برتنے والا ہے اور اللہ اپنے بندوں سے چاہتا ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نرمی برتیں۔

إن الرفق لا يكون في شيء إلا زانه ولا ينزع من شيء إلاشانه.

''جس چیز میں بھی نرمی کا رویہ کارفرما ہو، وہ چیز حسین بن جاتی ہے اور جو چیز اس وصفِ رفق سے محروم ہوجائے، وہ چیز بدنما ہوجاتی ہے۔

(صحيح مسلم: كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ (بَابُ فَضْلِ الرِّفْقِ)

بیوی کے معاملہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر نرمی برتنے اور تشدد سے باز رہنے کا حکم فرمایا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ المَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلاَهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ.

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عورتوں کے بارے میں میری وصیت کا ہمیشہ خیال رکھنا، کیوں کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہوتا ہے۔اگر کوئی شخص اسے بالکل سیدھی کرنے کی کوشش کرے تو انجام کار توڑ کے رہے گا اور اگر اسے وہ یونہی چھوڑ دے گا تو پھر ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہ جائے گی۔پس عورتوں کے بارے میں میری نصیحت مانو ،عورتوں سے اچھا سلوک کرو ۔(صحيح البخاري: كِتَابُ أَحَادِيثِ الأَنْبِيَاءِ ، وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ، وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلاَئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الأَرْضِ خَلِيفَةً [البقرة: 30)

اس چھوٹی سی حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازدواجی زندگی کی سب سے بڑی حقیقت بیان فرمادی ہے۔سمجھنے والے کے لیے ازدواجی زندگی کے مسائل کا سارا حل اس ایک حدیث میں موجود ہے۔

شوہروں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ بیوی کی شکل میں ایک روبوٹ چاہتے ہیں جو ان کی طے کی گئی پروگرامنگ کے مطابق چلے۔لیکن مسئلہ یہ ہے کہ عورت بھی انسان ہے۔اللہ نے اس کے بھی سینے میں دل اور سر میں دماغ رکھا ہے۔احساس اور شعور کی صلاحیتوں سے لیس کیا ہے۔اور پھر اس کی فطرت اور مزاج مرد کی فطرت اور مزاج سے بالکل مختلف بنایا ہے۔ یہ فطرت خواہ کتنا بھی زور لگا دیا جائے بدلی نہیں جاسکتی۔

ہمارا مسئلہ یہ ہے جب بیوی کے مزاج کو ہم اپنی مرضی کے موافق نہیں پاتے تو تشدد کے زور سے اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہیں سے ازدواجی زندگی میں مسائل پیدا ہوتے ہیں۔یہ حدیث ہم کو سکھاتی ہے کہ زندگی کے ایسے مرحلوں میں طاقت کے بل پر مسائل حل کرنے کی کوشش کا نتیجہ نقصان کی صورت میں سامنے آتا ہے۔فطرت کی پسلی میں جو کجی اوپر والے نے رکھ دی ہے اور اس کو طاقت سے سیدھا کرنے کی کوشش کی

جائے کی توٹوٹ جانا ہی اس کا انجام ہوگا۔

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" إن من أكمل المؤمنين إيمانا، أحسنهم خلقا، وألطفهم بأهله "

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ کامل ایمان والا مومن وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو، اور جو اپنے بال بچوں پر سب سے زیادہ نرم ہو۔

(مسند احمد: 24204، شعیب ارناؤط نے صحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔)

مار پیٹ سے پرہیز:

ظلم ہمارے معاشرے میں غلبہ اور طاقت کی علامت بن گیا ہے۔ اس لیے طاقتور آدمی جب تک ظلم نہ کرے اس کو اپنی طاقت اور غلبہ کا وہ احساس نہیں ہوتا جس سے اس کی انا کو تسکین ملتی ہے۔ اس لیے معاشرے میں ہر طاقتور آدمی ظالم ہے۔ اور ظلم کے ذریعہ وہ اپنی طاقت اور غلبہ کا اظہار کرتا ہے۔ اس مذموم رویہ کے بہت سارے مظاہر ہمارے سماج میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک مظہر بیوی پر جسمانی تشدد کا بھی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی سنّت اس معاملہ میں یہی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی کسی بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتی ہیں:

ما ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا خَادِمًا، إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللهِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی عورت کو، نہ کسی غلام کو، مگر یہ کہ آپ اللہ کے راستے میں جہاد کر رہے ہوں۔ (صحيح مسلم: كِتَابُ الْفَضَائِلِ (بَابُ مُبَاعَدَتِهِ ﷺ لِلْآثَامِ وَاخْتِيَارِهِ مِنْ الْمُبَاحِ أَسْهَلَهُ وَانْتِقَامِهِ لِلَّهِ عِنْدَ انْتِهَاكِ حُرُمَاتِهِ)

مارنے کی اجازت کا مطلب:

شریعت بیوی پر ہاتھ اٹھانے کی صرف اجازت دیتی ہے۔ حکم نہیں۔ نبی ﷺ نے کبھی اپنی کسی بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اسی لیے بیوی پر ہاتھ نہ اٹھانا ہی افضل عمل ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أن ضرب الزوجة والخادم والدابة وإن كان مباحاً للأدب : فتركه أفضل.

بیوی، خادم اور جانور کو مارنا تادیب کے لیے گرچہ جائز ہے۔ لیکن ان پر ہاتھ نہ اٹھانا ہی افضل ہے۔ (شرح مسلم (15/84))

شریعت میں ہاتھ اٹھانے کی اجازت بھی نافرمانی اور غلطی کی ایک حد پار کر دینے کے بعد ہے۔ بیوی کی غلطی اگر سرکشی میں تبدیل ہوجائے اور نافرمانی حدوں سے آگے نکل رہی ہو تو حکم ہے کہ پہلے اسے نرمی کے ساتھ سمجھایا جائے۔ سمجھانے سے مان جائے تو ٹھیک ورنہ اس کا بستر جدا کر دیا ہے۔ بستر جدا کرنا ایک طرح کی نفسیاتی سزا ہے جو عورت کی انا کو ٹھیس پہنچانے والی ہے کیونکہ اپنے شوہر کی توجّہ شادی شدہ زندگی میں اس کی سب سے بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر بستر الگ کرنے سے بھی بات نہیں بن رہی تب جا کر مارنے کی اجازت ہے۔ جمہور فقہاء کے یہاں یہ ترتیب واجب ہے اور اس ترتیب کے خلاف جانا یعنی سمجھائے اور بستر الگ کیے بغیر مارنا ظلم اور حرام ہے۔ اس ترتیب کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

(وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا)

جن عورتوں کی نافرمانی اور بد دماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے۔(النساء:34)

مارنے کی اجازت بھی اس صورت میں ہے جب مارنا ہی واحد حل بچا ہو اور مارے بغیر مسئلہ حل ہوتا نہ دکھ رہا ہو۔ اگر مارنے سے مسئلہ کے اور الجھ جانے کا اندیشہ ہو تو مارنا مصلحت کے خلاف ہے۔ پھر مارنے کے بھی کئی شرائط ہیں کہ شوہر چہرے پر نہیں مار سکتا۔ ایسی مار نہیں مار سکتا جس سے جسمانی نقصان ہو۔ جسم پر نشانات آئے۔ زخم ہو جائے۔ ہڈی ٹوٹ جائے۔ سوجن ہو جائے وغیرہ۔

عن جابر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال في حجة الوداع : (اتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللَّهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللَّهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ فَإِنْ فَعَلْنَ ذلك فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غير مُبَرِّحٍ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

تم لوگ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو اس لئے کہ ان کو تم نے اللہ تعالیٰ کی امان سے لیا ہے اور تم نے ان کے ستر کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ (نکاح) سے حلال کیا ہے۔ اور تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ تمہارے بچھونے پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں (یعنی تمہارے گھر میں) جس کا آنا تمہیں ناگوار ہو پھر اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسا مارو کہ ان کو سخت چوٹ نہ لگے (یعنی ہڈی وغیرہ نہ ٹوٹے، کوئی عضو ضائع نہ ہو، حسن صورت میں فرق نہ آئے کہ تمہاری کھیتی اجڑ جائے) اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ ان کی روٹی اور ان کا کپڑا دستور کے موافق تمہارے ذمہ ہے۔

(صحيح مسلم: كِتَابُ الْحَجِّ (بَابُ حَجَّةِ النَّبِيِّ ﷺ)

عَنْ مُعَاوِيَةَ بن حَيْدَةَ الْقُشَيْرِيِّ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ ؟ قَالَ : (أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ أَوْ اكْتَسَبْتَ وَلَا تَضْرِبْ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ).

معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہم اپنی بیویوں سے کس طرح فائدہ اٹھائیں اور کیا چھوڑیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنی کھیتی کو آ جیسے تو چاہے، اسے کھلا جب تو کھائے، اسے پہنا جب تو پہنے، چہرے پر مت مار، چہرے کے قبیح ہونے کی بد دعا (یا گالی) نہ دے اور گھر کے علاوہ کہیں مت چھوڑ"۔

(سنن أبي داؤد: كِتَابُ النِّكَاحِ (بَابُ فِي حَقِّ الْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا)

زیادہ گہری مار مارنا، چھوٹی چھوٹی باتوں پر پر مارنا اور مارنے کو معمول بنالینا ظلم ہے۔ ظلم ہے جس کے لیے سخت وعیدیں قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا

اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو، وہ (بڑے ہی) بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں (الاحزاب/58)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : (مَنْ ضَرَبَ سَوْطاً ظُلْماً اقتُصَّ مِنْهُ يَوْمَ القِيَامَة) .

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی کو ایک کوڑا بھی ظلم سے مارا ہو تو قیامت کے دن اس سے اس کا قصاص لیا جائے گا۔

(امام ھیثمی فرماتے ہیں اس حدیث کو امام بزار اور امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور ان سندیں حسن ہیں۔مجمع الزوائد" (10/353)

بات چیت سے مسائل حل کرنا:

اختلافات ایک دوسرے کو نہ سمجھ پانے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اور ان کا سب فوری اور مناسب حل ہے گفتگو۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی اتنی ساری عظیم حیثیتوں کے باوجود اپنی کسی حیثیت کا دباؤ اپنی بیویوں پر نہیں ڈالا۔ جو بھی اختلاف ہوئے اس کو بات چیت سے حل کرنے کی کوشش کی۔ حضرت عائشہ سے مروی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن عائشة قالت كان بيني وبين رسول الله صلى الله عليه و سلم كلام فقال بمن ترضين أن يكون بيني وبينك أترضين بابي عبيدة بن الجراح قلت لا ذاك رجل لين يقضي لك علي قال أترضين بعمر بن الخطاب قلت لا إني لأفرق من عمر فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم والشيطان يفرق منه فقال أترضين بابي بكر قلت نعم

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میرا کسی معاملہ میں اختلاف ہوگیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا ”تم میرے اور اپنے درمیان میں کسی کو حکم بنانے کے لیے تیار ہو۔ کیا تم راضی ہو کہ ہم اپنے معاملہ میں ابو عبیدہ ابن الجراح کو حکم بنالیں۔“ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے کہا ”نہیں ۔ میں ابوعبیدہ کو حکم نہیں بناوں گی۔ کیونکہ وہ میرے حق میں آپ کے خلاف فیصلہ نہیں کریں گے۔“ پھر پوچھا ”کیا عمر ابن الخطاب کو حکم بنانے پر راضی ہو؟“ میں نے کہا ”نہیں ۔ میں عمر سے دوری رکھتی ہوں“ نبی ﷺ نے کہا ”شیطان بھی ان سے دور بھاگتا ہے“ پھر پوچھا ”کیا اپنے والی ابوبکر کو حکم ماننے کے لیے تیار ہو؟“ میں نے کہا ”ہاں“۔[تاریخ بغداد، مطبعۃ السعادۃ: 11/239]

دین کو حکم بنائیں:

نکاح کے لیے دین دار خواتین کو ترجیح دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر میاں بیوی دونوں کا مزاج دین کو حکم ماننے کا ہے تو زندگی کے بہت سارے اختلافات دین ہی کے حوالہ سے حل ہوجاتے ہیں۔ اہل ایمان کو اپنے تمام اختلافات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانے کا حکم دیا گیا ازدواجی اختلافات کو کورٹ کچہری تک لے جانے کے بجائے خود یا علماء کے پاس لے جاکر قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرائیں۔ دین کا حوالہ آنے کے بعد اطاعت اور تسلیم کا مظاہرہ کریں۔ نبی ﷺ کی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا!، قَالَ غَيْرُ مُسَدَّدٍ تَعْنِي: قَصِيرَةً!-، فَقَالَ:لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً، لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دیا: آپ کو صفیہ رضی اللہ عنہا میں یہی کافی ہے کہ وہ ایسی ایسی ہیں ، مسدد کے علاوہ دوسرے نے وضاحت کی کہ اس سے ان کی مراد سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا پستہ قد ہونا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تم نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو کڑوا ہو جائے۔“

(سنن أبي داؤد: كِتَابُ الْأَدَبِ (بَابٌ فِي الْغِيبَةِ))

بیوی کا مزاج سمجھنا:

شادی دو انسانوں کے بیچ کا رشتہ ہے۔ یہ رشتہ ایک شخص کے مزاج اور مرضی کے موافق نہیں چل سکتا ۔ میاں اور بیوی دونوں کے لیے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے مزاج کو سمجھیں اور ان کے مزاج کے موافق خود کا ڈھالنے اور برتاو کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہم کو اسی بات کی رہنمائی ملتی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبَى قَالَتْ فَقُلْتُ مِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذَلِكَ فَقَالَ أَمَّا إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً فَإِنَّكِ تَقُولِينَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبَى قُلْتِ لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ قَالَتْ قُلْتُ أَجَلْ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَكَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا میں خوب پہچانتا ہوں کہ کب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور کب تم مجھ پر ناراض ہو جاتی ہو۔ بیان کیا کہ اس پر میں نے عرض کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات کس طرح سمجھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو نہیں ابراہیمؑ کے رب کی قسم! بیان کیا کہ میں نے عرض کیا ہاں اللہ کی قسم یا رسول اللہ! (غصے میں) صرف آپ کا نام زبان سے نہیں لیتی ۔(صحيح البخاري: كِتَابُ النِّكَاحِ (بَابُ غَيْرَةِ النِّسَاءِ وَوَجْدِهِنَّ))

بیوی کی غلطی کو عذر دینا:

خوش اخلاقی کا ایک درجہ تو یہ ہے کہ کوئی غلطی کرنے کے بعد آپ سے معافی کا طلب گار ہو اور آپ اسے معاف کر دیں۔ خوش اخلاقی کا اس سے بھی بڑا درجہ یہ ہے کہ غلطی کرنے والے کے معذرت کرنے سے پہلے آپ اس کی طرف سے معذرت کر دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اخلاق کے بہترین مرتبہ پر فائز تھے۔ یہی رویہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں کے ساتھ تھا۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ فَأَرْسَلَتْ إِحْدَى أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِصَحْفَةٍ فِيهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتْ الَّتِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهَا يَدَ الْخَادِمِ فَسَقَطَتْ الصَّحْفَةُ فَانْفَلَقَتْ فَجَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِلَقَ الصَّحْفَةِ ثُمَّ جَعَلَ يَجْمَعُ فِيهَا الطَّعَامَ الَّذِي كَانَ فِي الصَّحْفَةِ وَيَقُولُ غَارَتْ أُمُّكُمْ ثُمَّ حَبَسَ الْخَادِمَ حَتَّى أُتِيَ بِصَحْفَةٍ مِنْ عِنْدِ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا فَدَفَعَ الصَّحْفَةَ الصَّحِيحَةَ إِلَى الَّتِي كُسِرَتْ صَحْفَتُهَا وَأَمْسَكَ الْمَكْسُورَةَ فِي بَيْتِ الَّتِي كَسَرَتْ.

حضرت انس نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک زوجہ (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے یہاں تشریف رکھتے تھے۔ اس وقت ایک زوجہ (زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک پیالے میں کچھ کھانے کی چیز بھیجی جن کے گھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے خادم کے ہاتھ پر (غصہ میں) مارا جس کی وجہ سے کٹورہ گر کر ٹوٹ گیا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کٹورا لے کر ٹکڑے جمع کئے اور جو کھانا اس برتن میں تھا اسے بھی جمع کرنے لگے اور (خادم سے) فرمایا کہ تمہاری ماں کو غیرت آ گئی ہے۔ اس کے بعد خادم کو روکے رکھا۔ آخر جن کے گھر میں وہ کٹورہ ٹوٹا تھا ان کی طرف سے نیا کٹورہ منگایا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نیا کٹورہ ان زوجہ

مطہرہ کو واپس کیا جن کا کٹورہ توڑ دیا گیا تھا اور ٹوٹا ہوا کٹورہ ان کے یہاں رکھ لیا جن کے گھر میں وہ ٹوٹا تھا۔

(صحيح البخاري: كِتَابُ النِّكَاحِ ،بَابُ الغَيْرَةِ)

غلطی پر نہ ہونے کے باوجود معافی مانگ لینا:

رشتہ انا سے بڑا نہیں ہوتا۔ اگر رشتہ جیتنے کے لیے آدمی اپنی انا ہار دے تو یہ گھاٹے کا سودا نہیں۔ ہاں اپنی انا کی تسکین اور جیت کے غرور کے لیے رشتہ ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے یہ یقیناً بڑا نقصان ہے ۔دین ایمان والے بندہ میں صبر اور تحمّل کا مزاج پیدا کرتا ہے۔ اور صبر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ انسان اپنی غلطی نہ ہونے کے باوجود معافی مانگ لے۔ اپنے حق سے دستبردار ہو جائے۔ میاں بیوی کے رشتہ میں تو اس رویہ کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ اس رشتہ کا جھگڑا صرف جھگڑا نہیں ہوتا اس رشتہ کے ساتھ دونوں کی اولاد اور خاندان والوں کا رشتہ جڑا ہوا ہے۔ زندگی کے بہت سارے رشتے ہیں جن کی بنیاد اس رشتے پر ہوتی ہے۔ اس لیے اس کو بچانا اور رشتوں کے بنسبت زیادہ ضروری ہے۔ ایسے شخص کے لیے اللہ کے نبی ﷺ نے جنت کی بشارت دی ہے جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا نہ کرے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: >أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں ذمہ دار ہوں ایک محل کا' جنت کی ایک جانب میں' اس شخص کے لیے جو جھگڑا چھوڑ دے' اگرچہ حق پر ہو۔

(سنن أبي داؤد: كِتَابُ الْأَدَبِ (بَابٌ فِي حُسْنِ الْخُلُقِ))

برداشت اور سمجھوتہ:

انسان سے کسی بھی طرح کا تعلق ہو یہ بات ہمیشہ ذہن میں رہنی چاہیے کہ انسان انسان ہے۔ وہ فرشتہ نہیں بن سکتا۔ غلطیاں کرنا انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ اس سے دنیا کا کوئی انسان نہیں بچ سکتا۔ لہذا درگذر اور برداشت کے بغیر کوئی رشتہ نہیں چل سکتا۔ انسانوں کے درمیان رشتے اور تعلقات برقرار رکھنے کے لیے صبر اور برداشت لازم ہے۔ انسان اچھائیوں اور برائیوں کا مرکب ہوتا ہے۔ تعلقات بنائے رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی خامیوں کے ساتھ ساتھ اس کی اچھائیوں پر بھی نگاہ رکھی جائے۔ یہ رویہ خامیوں پر صبر پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت سے بغض نہ رکھے۔ اگر اسے اس کی کوئی عادت ناپسند ہے تو دوسری پسند ہوگی۔"

(صحيح مسلم: كِتَابُ الرِّضَاعِ (بَابُ الوَصِيَّةِ بِالنِّسَاءِ))

اس بات کو بھی یاد رکھیں کہ جس طرح کچھ خامیاں اور کوتاہیاں آپ کی بیوی میں ہیں اسی طرح آپ بھی بالکل غلطیوں سے مبرا نہیں۔ آپ بھی انسان ہیں۔ بیوی کے حق میں کچھ نہ کچھ کوتاہی آپ سے بھی سرزد ہوتی ہیں۔ دنیا میں کوئی انسان کامل نہیں ہوسکتا ہے۔ سارے کمالات سے متصف صرف اللہ کی ذات ہے۔ لہٰذا شادی شدہ زندگی میں عفو درگذر سے کام لیں۔ اللہ معاف کرنے والا ہے۔ معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے اور معاف کرنے والوں کو معاف کرتا ہے۔

❖ ❖ ❖

آئینۂ جمعیت وجماعت

جماعتی خبریں

دفتر صوبائی جمعیت

جمعیت کے علماء ودعاۃ کی دعوتی سرگرمیاں:

شیخ عبد السلام سلفی۔حفظہ اللہ۔ کا 16/ جولائی کو نڑیاد (گجرات) کی مسجد اہل حدیث "الفرقان" میں بعد نماز عصر خطاب ہوا، 16/ جولائی ہی کو بعد نماز عشاء مسجد اہل حدیث "لاکھی" میں آپ کا پروگرام ہوا، 23/ جولائی کو (صبح) جامعہ سلفیہ بنارس میں جامعہ کی ایک میٹنگ میں شرکت کی اور اسی دن بعد نماز عصر آپ نے طلبائے جامعہ سے خطاب کیا۔اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وتندرستی عطا فرمائے اور آپ کی ذات سے جماعت اہل حدیث کو اسی طرح فائدہ پہنچاتا رہے۔(آمین)

شیخ محمد مقیم فیضی۔حفظہ اللہ۔ نے 7/ جولائی کو شولا پور (مہاراشٹر) میں خطبہ جمعہ کے فرائض انجام دیے، 8/ جولائی کو صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹرا کے زیرِ اہتمام شولا پور کی مسجد اہل حدیث میں (بعد ظہر) آپ کا پروگرام ہوا، 8/ جولائی ہی کو مسجد اہل حدیث آکوٹ میں (بعد نماز مغرب) آپ نے تقریر کی، 14/ جولائی کو بھیونڈی کی اہل حدیث مسجد "مسجد شہناز" میں آپ نے تقریر کی اور 16/ جولائی کو مسجد اہل حدیث کاشی میرا میں آپ کا خطاب ہوا۔

شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی۔حفظہ اللہ۔ نے 9/ جولائی کو مسجد اہل حدیث جلیل کمپاؤنڈ دھاراوی میں تقریر کی، 23/ جولائی کو اورنگ آباد میں جمعیت اہل حدیث اورنگ آباد کے زیر اہتمام ورکشاپ میں "شرح کشف الشبہات" پر آپ کا مفید درس ہوا، 24/ جولائی کو مسجد اہل حدیث خلد آباد میں آپ کا خطاب ہوا اور 30/ جولائی کو جمعیت اہل حدیث بھیونڈی کے زیرِ اہتمام حج تربیتی پروگرام میں آپ نے شرکت کی۔

شیخ سرفراز فیضی۔حفظہ اللہ۔ کا 16/ جولائی کو مسجد اہل حدیث کاشی میرا میں خطاب ہوا اور 9/ جولائی کو اسلامک انفارمیشن سینٹر، کرلا ویسٹ میں آپ نے تقریر کی۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی۔حفظہ اللہ۔ کا 16/ جولائی کو مسجد اہل حدیث اشوک نگر، کرلا ویسٹ میں خطاب ہوا۔

شیخ کمال الدین سنابلی۔حفظہ اللہ۔ کا 29/ جون کو مسجد اہل حدیث "جانی بزرگ" ضلع میرٹھ (مغربی یوپی) میں خطاب ہوا، 1/ جولائی کو قصبہ گنور (مغربی یوپی) کی مسجد "کھانچی والی مسجد" میں "توحید وشرک" کے موضوع پر آپ نے تقریر کی، گنور کی اہل حدیث مسجد "کمرے والی مسجد" میں خطبے کے فرائض انجام دیے، اور 3/ جولائی کو گنور ہی میں ایک جلسے کی نظامت کے فرائض انجام دیے، 21/ جولائی کو وسئ (نوجیون) کی مسجد ومدرسہ دار التوحید میں "حج کے احکام ومسائل" کے تعلق سے آپ کا پروگرام ہوا۔

❖ ❖ ❖

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
August 2017

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمدللہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

Published by :

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com